آگ کے حادثہ سے معجزانہ حفاظت

مکرم مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری سابق انچارج سیر الیون صاحب فرماتے ہیں :

دسمبر ۱۹۵۹ء میں مزوویا (لائبیریا) میں قیام کے دوران میرے اہل وعیال بھی میرے ساتھ تھے۔احمدیہ دارالتبلیغ اس وقت مزوویا کے رہائشی علاقہ میں لکڑی کی ایک وسیع دو منزلہ عمارت کے اوپر کے حصہ میں تھا۔وہاں پر ایک رات میرے بچے میرے علم کے بغیر اپنے کمرے میں اپنی سکول یونیفارم میں رات گئے تک استری کرتے رہے۔چھوٹا لڑکا اپنے کپڑے استری کر کے سو گیا۔مگر بڑا لڑکا بعمر14 سال الیکٹرک آئرن کا سوئچ آن کر کے قریب ہی فرش پر ایسا لیٹا کہ آنکھ لگ گئی اور شاید اس کے پاؤں کی ٹھوکر سے الیکٹرک آئرن بھی فرش پر گر گئی۔جس سے پہلے فرش پر بچھی ہوئی دری کا متعلقہ حصہ جلا پھر لائینو اور پھر فرش کا موٹا تختہ جلتا رہا۔حتیٰ کہ آگ نیچے کے شہتیر تک پہنچ گئی۔

مسیح موعود کی جماعت کے طفیل بچاؤ:

اس کمرے کے نیچے آتشنبازی کی خاصی بڑی دکان تھی جس کا سامان سخت آتشگیر تھا۔لائبیریا میں قومی تہواروں اور بیاہ شادی کے مواقع پر آتشبازی کا بہت رواج ہے۔اور یہ آتشگیر سامان امریکہ سے منگوایا جاتا ہے۔تاہم اللہ تعالیٰ نے ایسا خاص فضل ورحم فرمایا کہ آگ سلگتی تورہی۔مگر نہ روشن ہوئی اور نہ ادھر ادھر پھیلی۔ظاہر ہے کہ اس دکان کو آگ لگنے کی صورت میں ساری عمارت کے جلنے کے علاوہ اس کے نیچے اور اوپر مقیم بیس پچیس افراد کا بچنا بھی مشکل تھا۔مگر اللہ تعالیٰ نے کمال رحم وکرم سے یوں اپنی معجز نمائی اور قدرت کا جلوہ دکھایا کہ ایک طرف آگ کو چھت کے نچلے حصے تک جانے سے اس نے روکے رکھا اور دوسری طرف کوئی ڈیڑھ بجے یعنی آگ شروع ہونے سے اڑھائی گھنٹے بعد ایک دوسرے کمرے میں اپنے اس عاصی اور خطا کاربندے کو اچانک جگا کر یہ احساس دلایا کہ کہیں کوئی کپڑا یا چیز جل رہی ہے خاکسار جلدی سے اٹھکر پہلے اپنی بیوی کے کمرے میں گیا انہیں چھوٹے بچوں کے ساتھ محو خواب پاکر بڑے بچوں کے کمروں کی طرف گیا۔دروازہ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ الیکٹرک آئرن کی تار سوئچ میں لگی ہوئی ہے کمرے کا بلب جل رہا ہے۔الیکٹرک آئرن کے چاروں طرف آگ کی سرخی نظر آرہی ہے۔اور کچھ دھواں بھی نکل رہا ہے۔اور میرا بڑا لڑکا پاس ہی گہری نیند سو رہا ہے۔میں نے فوراً پہلے سوئچ کو آف کیا۔پھر جب چھت کے اندر

دھنسی ہوئی لیکٹرک آئرن کو سیدھا کیا تو کیا دیکھا کہ اس کا نچلا حصہ سرخ ہے اور جہاں پر وہ گری ہوئی تھی وہاں اسی سائز کا ڈیڑھ انچ گہرا گڑھا سا پڑ گیا ہے جس میں ہر طرف آگ سلگ رہی ہے۔میں نے اسی وقت نہایت آہستگی اور احتیاط سے وہ آگ ختم کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی چنگاری نیچے کھیلوں کے بارود بھرے سامان تک پہنچنے نہ پائی۔

اللہ تعالیٰ کا شکر:

اس کے بعد بچوں اور بیوی کو جگا کر سار اماجرا سنایا اور بتایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا خاص غیبی ہاتھ نہ ہوتا تو کیا سے کیا ہو جانیوالا تھا۔پھر ہم دونوں میاں بیوی نے بصد عجز اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہو کر اس کا ہزار ہزار شکر ادا کیا کہ اس نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل اور جماعتی وقار وحفاظت کی خاطر ہم عاجز وعاصی بندو کی جاں بخشی اور پردہ وپوشی فرمائی اور جماعت کو اتنے بڑے نقصان سے اور شماتتِ اعداء سے محفوظ رکھا۔الحمد للہ۔اگلے روز ہم نے ایک احمدی کارپنٹر کے ذریعہ بڑی احتیاط سے چھت کا وہ حصہ اچھی طرح مرمت کروا لیا۔

(روح پرور یادیں 532,533)

حضرت مولانا محمد صدیق شاہد گورداسپوری

ایک مباحثہ

اپریل 1955میں خاکسار مگبور کا احمدیہ مشن کا انچارج تھاان دنوں مگبور کاسے قریبا تیس میل دورایک قصبہ یونی بانا سے ایک پیرامونٹ چیف اوراس کے چند سرکردہ اصحاب مگبورکا آئے اور ایک احمدی دوست پاسیکاسیسے کے ہاں قیام کیا احمدیہ مسجد میں مغرب کی نماز کے بعد پاسیکا سیسے مجھے مسجد سے اپنے گھر لے گئے اور ان مہمانوں سے ملاقات کرئی خاکسار نے انہیں جماعت احمدیہ کے عقائد اور تبلیغی مساعی سے آگاہ کیا سیرالیون میں ان دنوں اور غالبا اب بھی احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں میں زیادہ تر یہی مسلہ زیر بحث رہتاتھا کہ آیا نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے چاہیں یا پہلوئوں پر چھوڑے چاہیں وہ لوگ چونکہ سب مالکی فقہ سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے امام امالک رحمہ اللہ علیہ کی اقتداء میں وہ نماز ہاتھ چھوڑ کر ادا کرتے ہیں گو حضرت امام مالکؒ نے بامرِ مجبوری ایسا کیا تھا۔

چنانچہ ان مہمانوں سے بھی زیادہ ہ تر اس مسئلہ پر ہی گفتگو ہوئی کہنے لگے آپ ہمارے گاؤں آکر ہمارے عالم سے گفتگو کریں اگر وہاں آپ نے ثابت کر دیا کہ واقعی نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھنے ہی سنت رسول ﷺ ہے تو ہم آپ کی دوسری بات یعنی آمد امام الزمان بھی قبول کر کے آپ کی جماعت میں داخل ہو جائیں گے۔

غرض ان کی دعوت پر جمعہ کے روز خاکسار وہاں گیا میرے ساتھ ہمارے ایک سکول ماسٹر مکرم مجید صاحب بھی تھے پیراموںٹ چیف نے اپنے احاطہ میں اس عالم کو بلا لیا اور گفتگو شروع ہوئی خاکسار نے حدیث بخاری اور موطا امام مالک سے احادیث پیش کر کے یہ ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق مسلمانوں کو نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے چاہیں مگر دوسری طرف مالکی امام صاحب نے اس بات پر اصرار کیا کہ ہاتھ چھوڑ کر نماز ادا کرنی ضروری ہے لیکن انکے پاس کسی حدیث یا فقہ کی کتاب کا حوالہ نہیں تھا محض زبانی جمع خرچ تھا آخر پیراموںٹ چیف صاحب نے اپنے عالم سے کہا کہ ہم اس وقت تک آپ کی بات تسلیم نہیں کر سکتے جب تک کسی کتاب کے حوالہ سے آپ اپنی بات کو ثابت نہ کریں آخر وہ امام صاحب لا چار ہو کر کہنے لگے کہ اچھا نمازجمعہ کے بعد میں کتاب لے آئوں گا اور پھر اس مسئلہ پر بحث کی جائے گی۔ہم نے نماز جمعہ پرپیرا مونٹ چیف کے احاطہ میں ہی ادا کی حقیقت تو بحث کے دوران ہی کسی حد تک حاضرین پر واضح ہو چکی تھی لیکن پھر بھی اس عالم کو موقع دیا گیا جمعہ کی نماز کے بعد پیرا مونٹ چیف صاحب نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ حسب وعدہ کتاب لے کر آجائیں مگراس کی طرف سے جواب ملا کہ میں ہر گز آنے کے لیے تیار نہیں اور نہ اب ان امور پر بحث کرنا چاہتا ہوں ان کا یہ جواب سن کر سب پر واضح ہو گیا کہ کہ درحقیقت ان کے اس کوئی صحیح جواب تھا ہی نہیں۔چنانچہ بھر میں نے حاضرین کو حضرت امام وقت کی آمد سے متعلق سب امور سمجھائے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس موقعہ پر تیس افراد بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوگئے۔

(روح پرور یادیں ص116 تا177)

مکرم مولانا محمد اسحاق صاحب صوفی

امیر و مبلغ انچارج جماعتہائے احمدیہ سیرالیون ولائبیریا مغربی افریقہ و کینیا مغربی (افریقہ)

ایک نئے مشن کا آغاز:

۱۹۵۶ء کے پہلے ہفتہ میں خاکسار سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق جماعت کا پہلا مشن کھولنے کے لئے واردِ لائبیریا ہوں جو افریقہ میں سب سے پہلا آزاد ملک شمار ہوتا ہے۔خاکسار نے انفرادی اور اجتماعی تبلیغ کا کام شروع کر دیا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے جلد ہی کچھ لوگ شامل جماعت ہوگئے لیکن ترقی کی رفتار بہت آہستہ تھی جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس ملک میں افریقن نسل کے ان لوگوں کی حکمرانی تھی۔جن کے آباؤ اجداد کو غلام بنا کر امریکہ لے جایا گیا تھا۔اور پھر جب امریکہ میں غلامی کے خلاف تحریک چلی تو امریکن حکومت نے ان میں سینکڑوں کو واپس افریقہ لاکر لائبیریا میں آباد کر دیا۔وہ لوگ بوجہ اپنی تعلیم اور مال ودولت کے یہاں کی حکومت پر قابض ہو گئے اور آج تک وہی قابض ہیں۔یہ طبقہ بوجہ اپنی حکمرانی،اپنی تعلیم اور دولت کے مسلمانوں کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔اور مسلمان ان کی نسبت تھے بھی بہت پسماندہ۔خاکسار نے اس طبقہ کے کئی بڑے بڑے لوگوں کو تبلیغ کرنے کی کوشش کی لیکن ان کے کبرو غرور کو دیکھ کر خود میری اپنی عزتِ نفس کو بہت ٹھیس پہنچی اور میں نے اپنے مولیٰ کے حضور عرض کی کہ الٰہی کیا میں اسی طرح ان کے پیچھے بھاگتا رہوں گا اور یہ اسلام کے پیغام کو اسی طرح حقارت سے دیکھتے رہیں؟کیا کوئی ایسی صورت نہیں ہوسکتی کہ یہ ازخود ہمارے تبلیغی مرکز میں آنے پر مجبور ہوں۔تاکہ میں عزت کے ساتھ ان کو تبلیغِ اسلام کرسکوں۔میں قربان جاؤں اس رحیم وکریم مولیٰ کے جس نے میری تضرعات کو سنا اور مجھے وہ راہ دکھادی جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کو میرے پاس آنے پر مجبور کر دیا۔اور اسی ذریعہ سے مجھے مشن کو مالی لحاظ سے خود کفیل بنانے کی توفیق بھی دے دی۔

ہوا یوں کہ میں نے آکسفورڈ یونیورسٹی پریس اور انگلستان کے بعض دیگر مشہور ناشروں سے رابطہ قائم کر کے ان سے درسی اور علمی کتب درآمد کیں اور سکولوں کے چند طلبہ کو کمیشن دے کر ان کے ذریعہ سے ان کتب کو فروخت کروانا شروع کردیا۔ہر کتاب پر یہ مہر لگی ہوتی تھی کہ اس قسم کی کتب احمدیہ مشن سے ملتی ہیں۔اس طرح احمدیت کی شہرت ہو گئی اور مشن کو معقول آمد بھی شروع ہو گئی اور تعلیم یافتہ طبقہ کا رجوع بھی ہمارے مشن کی طرف ہوگیا۔میں نے جلد ہی اپنے اسی مکان میں ایک اور کمرہ کرایہ پر لیکر اس میں ایک اسلامی بک شاپ کھول دی۔جس میں جماعتی لٹریچر کے علاوہ عربی انگریزی جرمن، فرنچ ،اطالوی ،ولندیزی اور لاطینی زبانوں کی کتب دستیاب تھیں۔ان متفرق زبانوں کی کتب کے لئے خاکسار نے ان زبانوں کے جاننے والے دوستوں سے امداد لے کر ان ممالک

سے یہ کتب درآمد کر لیں اور چونکہ اس قسم کی بک شاپ سارے ملک میں صرف احمدیہ مشن ہی کی تھی اس لئے ہمارا مشن ان سب بڑے بڑے لوگوں کا مرجع بن گیا جو پہلے مجھے خاطر میں نہ لاتے تھے اور اب میں ان کی بڑی عزت کے ساتھ پیغامِ اسلام پہنچانے لگا۔اور مالی منفعت اس کے علاوہ تھی۔اس طریق سے خاکسار نے مرکزِ پاکستان سے امداد لئے بغیر نہایت ہی قلیل عرصہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کم وبیش ۳۰ ہزار روپیہ کا سرمایہ نقد وکتب کی صورت میں جمع کر لیا۔اور مصروفیت بہت بڑھ گئی اور وہی لوگ جنہیں پہلے مجھ سے ملنا بھی گوارا نہ تھا۔اب نہایت احترام سے مجھ سے ملتے میری باتوں کو توجہ سے سنتے۔ہمارا لٹریچر خریدتے او ر تبلیغی پمفلٹ وغیرہ بھی لے کر جاتے۔

میں نے تقریباً سواتین سال لائبیریا میں گزارے اور اس قلیل عرصہ میں محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مالی لحاظ سے مشن جلد ہی اپنا خود کفیل ہو گیا اور علمی طبقہ کا مرجع بھی بن گیا۔میری وہاں سے واپسی کے بعد مکرم الحاج مولانا محمد صدیق صاحب ایم۔اے امرتسری نے اس مشن کا چارج لیا اور انہوں نے بھی جماعتی اور تبلیغی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اس بک شاپ کو چلانے اور ترقی دینے کی حتی المقدور کوشش کی۔یہ بک شاپ بفضلہٖ تعالیٰ اب بھی قائم ہے۔اور مشن کے مالی استحکام کا باعث ہے۔

آجکل احمدیہ مشن لائبیریا کے امیر اور انچارج مکرم مولانا عطاء الکریم صاحب شاہد ابن حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب رضی اللہ عنہ ہیں۔اور وہاں کی جماعت خدا کے فضل سے جلد جلد کامیابی اور ترقی کی منازل طے کر رہی ہے۔خصوصاً سیدناحضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس ملک میں کامیا ب دورے کے بعد اس کے باشندوں کے ہر طبقہ اور حکام میں ہماری جماعت کی اہمیت اور اسلام اور احمدیت کا وقار بڑھ گیا ہے۔فالحمدللہ تعالیٰ۔

(روح پرور یادیں 110.111)

حضرت مولانا نذیر احمد علی رضی اللہ عنہ

ڈانمبارا میں جماعت احمدیہ کا قیام اور خدائی حفاظت

اپریل 1940کے آخر میں حضرت مولانا نذیر احمد علی رضی اللہ عنہ اور خاکسار سیرالیون کے شہر بوسے بارہ میل کے فاصلہ پر ریاست سلینگا کے مرکزی قصبہ ڈانمبارا DAMBARAمیں تبلیغ کیلیے گئے اس قصبہ کا ناخواندہ

پیرامونٹ چیف محض اس لیے عیسائی تھا کہ کے لڑکے عیسائی سکولوں میں پڑھ کر عیسائی ہوگئے تھے اور ڈانمبارا میں کیھتولک عیسائی چرچ کی سر پرستی کر رہے تھے ورنہ درحقیقت اس کے آباؤ اجداد مسلمان تھے تاہم عیسائیت کے زور اور ظاہری دبدبہ کی وجہ سے وہاں کی مسجد بھی غیر آباد پڑی تھی مسلمانوں کے پندرہ بیس گھر تھے لیکن وہ لوگ عیسائوں سے اتنے مرعوب تھے کہ نمازیں بھی صرف اپنے اپنے گھروں مں چھپ کر ادا کرتے تھے ہم نے ایک ہفتہ وہاں ٹھہر کر چیف کی عدالت میںچار پانچ مرتبہ اسلام کی صداقت پر پبلک لیکچر دیئے جن میں پیرا مونٹ چیف خود بھی شامل ہوتا رہا عیسائی پادری صاحب سے پہلے روز ہماری پبلک گفتگو ایسی کامیاب رہی کہ اس کے بعد جب تک ہم وہاں رہے وہ شرم کے مارے گھر سے باہر نہ نکل سکے ہم نے پیرامونٹ چیف کی اجازت سے اس کے مکان کے صحن میں با جماعت نمازیں بھی ادا کرنی شروع کردیں جن میں مسلمانوں اور مشرکوں کے علاوہ کبھی کبھی چیف خود بھی ہمارے ساتھ شریک ہو جاتا اس دوران ایک روز حضرت مولانا علی صاحب رضی اللہ عنہ نے قصبہ کے مسلمانوں کی میٹنگ بلائی اور انہیں آمد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خبر دے کر احمدیت سے تفصیلی طور پر متعارف کرایا نیز انہیں آمادہ کیا کہ وہ اپنی مسجد درست کر کے اس میں نمازیں ادا کیا کریں انہوں نے یہ عذر کیا کہ ہم غریب لوگ ہیں ہمارا عیسائی چیف اور اس کا خاندان برا منائے گا لیکن مولانا صا حب رضی اللہ عنہ نے انہیں جرات دلائی اور چیف سے خود بات کرنے کے علاوہ احمدیہ مشن کی طرف سے ہمیشہ ان کی مددا ور سر پرستی کرنے کی انہیں پیشکش بھی کی چنانچہ وہاں آخری دو روز ہم ان غریب اور بے نوا مسلمان بھائیوں کے ساتھ قصبہ کی اسی ٹوٹی پھوٹی مسجد میں نمازیں ادا کیں اور اس دوران اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان میں سے بیس افراد مع امام مسجد بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے

جب پہلی مرتبہ ہم نے اس مسجد میں نماز مغرب ادا کی تو مسجد میں صرف دو نہایت بوسیدہ چٹائیاں تھیں اور گھاس کی چھت بھی جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھی فرش بھی کچا اور نہایت گندہ تھا چھت نیچی تھی اس لیے تین طرف دروازے ہونے کے باوجود مسجد کے اندر اندھیرا سا لگتا تھا تا ہم اس وقت مٹی کے تیل کے ایک دیئے کا انتظام کر لیا گیا تھا محراب میں کوئی چٹائی نہ تھی حضرت مولانا صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑے کا جائے نماز بچھا لیا اور نماز مغرب پڑھانی شروع کر دی۔

خطرناک سانپ سے بچائو

اتنے میں بارش شروع ہو گئی اور نماز کی دوسری رکعت میں ایک شخص نے دیکھا کہ ایک نہایت ہی ز ہریلا سانپ مسجد کے د روازے سے داخل ہو کر دیوار کے ساتھ چٹائیوں کی او ٹ سے رینگتا ہوا محراب میں جو عام فرش سے کچھ اونچا تھا داخل ہو گیا ہے لیکن اس شخص کو دین کا علم اتنا نہیں تھا کہ ایسے وقت میں نماز کو توڑ کر سانپ کو مارنا ضروری ہو تا ہے اور نہ اسے اس کی جرات ہوئی وہ نماز ختم ہونے تک خاموش رہا اتنے میں سانپ دیوار کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا صاحب کے آگے پہنچ کران کے گدیالا نما جائے نماز کے نیچے چھپ گیا چونکہ محراب میں اندھیرا تھا اس لیے مولانا صاحب کو یا مجھے یا کسی اورکو وہ سانپ نظر نہ آیا۔

نماز ختم ہونے پر اسی شخص نے ہمیں بتایاکہ مولانا صاحبؓ کے جائے نماز کے نیچے سانپ چھپا ہے بلکہ ایک دو اور دوستوں نے بھی کہا کہ ہمیں بھی نماز میں ایسا ہی شبہ تھا اس پر مسجد میں بھگدڑ سی مچ گئی اور اکثر لوگ باہر نکل آئے مولانا صاحبؓ بھی محراب چھوڑکر فورا پیچھے ہٹ آئے اوراسے کے بعد وہ سانپ ما ر دیا گیا دیکھنے والوں نے بتا یا کہ وہ نہایت زہریلا ہونے کے علاوہ ایسا سانپ ہے جو ضرور ڈستا ہے تاہم اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے حضرت مسیح محمدی علیہ السلام کے ایک فدائی مجاہد اور اس کے ساتھیوں کو اس موذی سانپ سے محفوظ رکھا الحمد للہ۔

(روح پرور یادیں ص230تا232)

حضرت مولانامحمد صدیق صاحب امرتسری

سفر کے دوران ایک خطرناک سانپ سے بچائو

جون 1943ء میں جبکہ خاکسار مگبور کا (سیر الیون) میں احمدیہ سکول اور احمدیہ دارالتبلیغ کی عمارتیں بنوا رہا تھا ہمیں عمارتی لکڑی کی ضرورت پڑی تو مجھے فوری طور پر مگبورکا سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک گائوں مموتا(MAMOUTA) جانا پڑا خاکسار اکیلا سائیکل پر جنگل میں ایک چھوٹی سی پگڈنڈی پر جا رہا تھا جس کے دونوں طرف بڑے بڑے درختوں کے جھنڈ تھے اور زمین لیمن گراس سے اٹی پڑی تھی کہ اچانک چند قدم کے فاصلے پر میں

نے دیکھا کہ ایک بڑا کالا ناگ ایک طرف سے نکل کر دوسری طرف جا رہاہے میں فورا سائیکل سے اتر کر کھڑا ہو گیا لیکن سانپ آگے گزرنے کی بجائے غالبا سائیکل کی کھڑ کھڑاہٹ سن کر کھڑا ہو گیا اور اپنا پھن پھیلا کر پھنکارنے لگا۔

اس پر میں فورا سائیکل پر سوار ہو کر کوئی دوتین سو گز پیچھے کی طرف چلا گیااور پھر اتر کر کچھ دیر کے لیے بیٹھ گیا اور پانچ دس منٹ کے بعد پھر مموتا کی طرف چل پڑا لیکن سانپ والی جگہ کے قریب پہنچ کر مجھے پھر دہشت سے محسوس ہوئی چنانچہ میں نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر دور سے ہی اس جگہ پھینکی تا کہ معلوم ہو سکے کہ خطرہ ابھی ٹلا ہے یا نہیں تو سانپ پھن پھلا کر پھر کھڑا ہو گیا اور چند سیکنڈ بعد میری طرف چل پڑا چنانچہ خاکسار کو پھر وہاں سے دوبارہ واپس بھاگنا پڑا اور میں سائیکل پر کوئی ایک فرلانگ پیچھے چلا گیا شام ہونے والی تھی اور دوسرا کوئی متبادل راستہ بھی نہ تھا گو مموتا گائوں وہاں سے قریب ہی تھا مگر آگے جانے کا راستہ سانپ نے روک رکھا تھا۔

اس پریشان کن حالت میںاللہ تعالیٰ ہی مشکل کشائی فرماسکتا تھا خاکسار پر کوئی آدھ گھنٹہ اضطرار اور دعا کی ملی جلی کیفیت طاری رہی کہ اتنے میں ٹمنی قبیلہ کا ایک شخص ہاتھ میں گنڈاسا لیے ادھر آنکلا جو مموتا جا رہاتھا میں نے اس سے ذکر کیا کہ آگے سانپ نے راستہ روک رکھا ہے کہنے لگا فکر نہ کریں سانپ ہے تو اب تک گزر گیا ہو گا اتنی دیر وہ راستے میں نہیں ٹھہر سکتا اسے اپنی جان کی بھی فکر ہوتی ہے آپ بے دھڑک میرے ساتھ آئیں چنانچہ اس نے میر ا سائیکل خود پڑکر لیا اور ہم دونوں آگے روانہ ہوئے اور وہ اطمینان کے میرے آگے آگے چلتا رہا الحمد للہ کہ اس وقت تک واقعی سانپ کہیں جا چکا تھا چنانچہ ہم بخیرتی مموتا پہنچ گئے اور پھر میں لکڑی کا انتظام کر کے دوسرے روز واپس آگیا۔

(روح پرور یادیں ص326تا327)

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری

اضطراری دعا کا اثر

ایک مرتبہ اگست 1945 میں سیرالیون اور لائبیریا کی سرحد کے قریب قصبہ کیلاہون میں ریاست کے عیسائی پیرامونٹ چیف ایس کے بنیاںکے مل میں ان کی موجودگی میں جولائی نسل کے تین چار چوٹی کے علماء سے خاکسار کی

وفات عیسی اور آمد امام مہدیؑ پر بحث ہوئی وفات عیسی پر ہمارے قرانی دلائی سے عاجز آکر ان کے لیڈر اپنی خفت مٹانے کے لیے بڑے طمطراق سے مجھے کہنے لگے آپ بھلا قرانی علوم کیا جانیں آپ تو قرآنی سورتو ں کے نام بھی ترتیب وار نہیں بتا سکتے ہمار ا مطالبہ ہے کہ آپ ہمیں اس وقت ترتیب وار سوتوں کے نام سنا دیں آپ یقینا نہیں سنا سکیں گے انڈین لوگوں کو دین کے علم سے کیا واسطہ ہم تو سنتے آئے ہیں کہ انڈین لوگ سامری کی طرح بچھڑے کی پوجا کرتے ہیں۔

گو یہ کوئی علمی بات نہیں تھی اور تفسیر یا حقائق و معارف سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا لیکن اس زمانہ میں افریقہ کے اندرونی علاقوں میں بعض دینی لیڈر ایسی ہے سطحی باتو ں سے نا خوندہ عوام میں اپنی علمیت کا بھرم قائم کئے ہوتے تھے۔ظاہر ہے کہ سورتوں کے ترتیب وار نام یاد رکھنے کا تعلق صرف حافظہ سے اور اس کی ضرورت بھی عموما نہیں پڑتی میں نے جلدی سے اپنے ذہن میں نام دہرائے اور ترتیب وار آٹھ دس سورتو ں سے آگے نہ بڑھ سکا مجھے شدید قلق ہوا کہ کہیں وہ لوگ اس حربہ سے مجھے پبلک میں شرمندہ نہ کریں اسی گھبراہٹ اور اضطراب میں خاکسار نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے میرے اللہ میں اگرچہ ایک گنہگار انسان ہوں لیکن اس وقت یہاں اسلام اور تیرے مامور کی مقدس جماعت کی نمائندگی کر رہا ہوں تو اپنے فضل سے پردہ پوشی فرمااو ر عزت رکھ لے۔

چنانچہ پھر خاکسار نے بتوکل علی اللہ زور دار لہجہ میں انہیں کہا کہ آپ لوگ پہلے یہ بتائیں کہ سورتوں کے نام سنا دینے کا نتیجہ کیا ہو گا کیا پھر آپ لوگ ہمارے دلائل کو سچا تسلیم کر لیں کے ہمارے ہم نوا ہو جائیں گے اگر آپ لوگ یہ عہد نہ کریں تو سورتوں کے نام سنانے میں وقت ضائع کرنا بے معنی ہو گا ظاہر ہے کہ ایسا وعدہ کرنے سے انہیں اپنی شکست تسلیم کرنے کا خدشہ تھا وہ باہمی طور پر لوکل زبان میں کھسر پھسر کرنے لگے عیسائی پیرا مونٹ چیف ایس۔کے۔ بنیاں یہ سب بحث بڑی دلچسپی سے سن رہے تھے وہ یکدم ان لوگوں پر برس پڑے اور کہنے لگے

آپ لوگوں کا انڈین مشنری سے یہ مطالبہ لا یعنی ہے اور اس سے ثابت ہے کہ اس کے قرآنی دلائل کی تردید کرنے سے آپ لوگ عاجز ہیں مگر اپنی کمزوری تسلیم نہیں کرنا چاہتے کیونکہ قرآن کی سورتوں سے ناموں کا اصل بحث سے کوئی تعلق نہیں اور نہ یہ کوئی علمی بات ہے ہماری مقدس بائبل کی بھی چھیاسٹھ کتابیں ہیں محض ان کا نام جاننے سے کوئی انسان بائیبل کا عالم نہیں کہلا سکتا آپ لوگ وقت ضائع نہ کریں اور سوچ سمجھ کر آج نہیں تو پھر کبھی مجلس

قائم کر کے آپس میں فیصلہ کر لیں فریقین کی کتاب اور مذہب ایک ہے تو پھر فیصلہ میں مشکل نہیں ہو سکتی بشرطیکہ انصاف اور سچائی سے کام لیا جائے۔

اوراس طرح وہ لوگ مجھے شرمندہ کرنے کی بجائے خود شرمندہ ہوئے اور خد کے فضل سے بحث کامیابی سے ہمارے حق میں ختم ہوئی آجکل اس علاقہ میں بفضلہ تعالیٰ ہماری کئی مخلص اور بڑی بڑی جماعتیں ہیں الحمدللہ تعالیٰ۔(روح پرور یادیں ص336تا339)

الحاج علی راجز اور مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری

مئی 1948 میں جب اسرائیل کی یہودی ریاست سامراجی طاقتوں کی طرف سے قائم کر دی گئی تو فلسطین کی غیر منصفانہ تقسیم اور وہاں سے عربوں کے انخلاء اور یویہودیوں کے اس نام نہاد قومی وطن کے قیام کے خلاف نہ صرف جماعت احمدیہ کے مراکز ربوہ اور قادیان سے عربوں پر اس ظلم عظیم کے خلاف متواتر احتجاج کیا گیا بلکہ بیرون پاکستان بھی دنیا بھر کی بڑی بڑی احمدیہ جماعتوں اور مشنوں کی طرف سے اس فتنہ کے خلاف آواز اٹھائی گئی۔

اس سلسلہ میں سیرالیون میں بھی مختلف احمدیہ مراکز میں (پر امن طور پر) احتجاجی جلسے کئے گئے اور جلوس نکالے گئے تھے وہاں کے عرب تاجروں اور مسلم اکثریت نے انگریزوں کے حکمران ہونے کے باوجود ہم سے اس سلسلہ میں پورا پور ا تعاون کیا چنانچہ سیرالون کے شمالی علاقہ کے شہرمگبور کا میں ایک اہم جلسے اور جلوس کا انتظام جون 1948 میں کیا گیا جس کے جملہ انتظامات اس وقت مگبور کا سیکشن کے لوکل انچارج مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر ایم اے نے سنبھالے ارد گر دکی احمدیہ جماعتوں کے اکثر احباب اور ہمارے سکولوں کے سٹاف و طلبہ کے علاوہ کئی لوکل پیرا مونٹ چیف اور ان کے وزراء اور دیگر غیز از جماعت لوگ بھی اس میں شامل ہوئے

عرب تاجر نہ صرف تمام کاروائی میں شریک ہوئے بلکہ مکرم مولانا بشیر صاحب اور خاکسار کے علاوہ ان کے دولیڈروں نے قیام اسرائیل کے خلاف پر جوش تقاریر بھی کیں اور جلسہ کے اخراجات کا ایک حصہ بھی انہوں نے بر داشت کیا

خاکسار اس وقت مشن کے مرکزی دارالتبلیغ بو میں مقیم تھا جہاں سے مگبور کا تقریبا ساٹھ ستر میل کے فاصلہ پر واقع ہے چناچہ اس پروگرام میں شمولیت کے لیے خالسار اور جماعت کے سرکردہ احباب اور احمدیہ سکول کے سٹاف اورر بڑی کلاوں کے طلبہ دو لاریوں میں بوقت صبح نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے گاتے ہوئیو سے مگبور کا روانہ ہوئے راستہ میں دو اہم دریا تھے جنہیں فیری کے ذریعہ عبور کرنا تھا ایسی فیریوں کو اس وقت آتھ دس آدمی لوہے کی زنجیر سے کھینچا کرتے تھے ایک فیری (لکڑی اکا ایک بڑا سا تختہ) میں بمشکل دو لاریاں سما سکتی تھیں ہمارے اس راستہ کا دوسرا دریا مگبور کا سے ساتھ آٹھ میل اس طرف تھا اب تو وہاں سب دریائوں پر پل بن تئے ہیں اس وقت فیری اور سٹک کی وہ جگہ بڑی خطرناک سمجھی جاتی تھی اور لاری او رگاڑی کے دریا میں گر جانے کے کئ حادثات بھی ہو چکے تھے کیونکہ اس جگہ سڑک نہایت تنگ ہو کر ایک پہاڑی کی چوٹی سے نیچے گہرائی میں یکدم سیدھی دریا کو جاتی تھی اور اترائی کا یہ فاصلہ دریا تک تقریبا آدھ فرلانگ لمبا تھا۔

خاکسار اگلی لاری میں ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر سوار تھا اور پچھلے حصے میں احمدیہ سکول کے سٹاف ممبران اور طالب علم تھے محترم الحاج علی روجرز صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی محمد ابراہیم صاحب آف لابلاما مرحوم بھی اسی لاری میں اپنی ساری آل اولاد کے ساتھ سوار تھے ہر چندکہ ہماری یہ لاری اچھی بھلی تھی لیکن اتفاق سے عین اس وقت جب ہم پہاڑی کی چوٹی سے نیچے کی سمت رواں تھے میں نے دیکھا کہ لاری پوری تیزی سے نیچے کی طرف جارہی ہے اور ڈرائیور پریشان ہے میں نے ڈرائیور کی طرف دیکھا تو اس نے نہایت سہمی ہوئی آواز سے وہاں بولی جانے والی انگریزی میں مجھے کہا MASTER,BRAKE DAWNE FAIL. کہ جناب بریک فیل ہو چکی ہے بھر میں نے دیکھا کہ ڈرائور سٹیرنگ خالی چھوڑ کی باہر چھلانگ لاگانے یا شاید بچنے کے لیے اپنے دائیں طرف جھک گیا ہے تب مجھے اس خطرہ کا احساس ہوا کہ اب ہماری لاری یک دم فیری کے تختہ کے اوپر سے گزرتی ہوئی دریا کے وسط میں جا گرے گی جس کی گہرائی سے کسی کا بچ نکلنا خدا کے فضل کے بغیر ناممکن تھا لاری میں لڑکوں نے بھی ڈر کے مارے چیخنا شروع کر دیا اور اس منظر سے خاکسار خود بھی سخت گھبرا چکا تھا کیونکہ سامنے دریا پر موت نہایت بھیانک شکل میں منہ کھولے نظر آرہی تھی۔

تاہم حواس باختگی کے عالم میں جس طرح انسان جان بچانے کے لیے آخری تیر بھی اپنے ترکش سے نکال کر چلا دیتا ہے خاکسار نے بھی اس وقت کانپتے ہوئے ہونٹوں سے اپنے خدا سے نہایت درد گھبراٹ اور نا قابلِ بیان کر ب کی حالت میں یوں التماس کی کہ

''اے بحر وبر کے مالک یہ خاکسار اپنے جملہ گناہوں اور کمزوریوں کے با وجود اس دور دراز ملک میں تیرے پیارے مسیح کی نمائیندگی میں تیرے اتنے بندوں کو ایک نیک کام کے لیے دریا کے اس پار لے جا رہا ہے اس وقت تیری رحمت کے خاص ہاتھ کے سوا ہمارے بچائو کی کوئی صورت نہیں تو ہی رحم کر اور اپنے فضل سے ہمیں بچا لے۔

اتنے میں وہ لمباچوڑادریا ہم سے صرف چند گز کے فاصلے پر رہ گیا پتہ نہیں میں یہ اضطراری دعا پوری بھی کر سکا کہ نہیں کہ اچانک بے لگام بھاگتی ہوء گاڑی کے خالی سٹیرنگ کو شاید خدا کے غیر مرئی فرشتوں نے سنبھال کر یوں حرکت دی کہ گاڑی خود بخود پختہ سڑک کے بائیں طرف عین اس طرف کو مڑ گئی جہاں تقریبا دس پندرہ فٹ کا کوئی پران راستہ ایسے جنگل کی طر ف جاتھاتھا جس میں دریا کی طغیانیوں نے دلدل سے بنا رکھ تھی پہاڑ کے اس حصہ سے غاباًکسی وقت پتھر وغیرہ نکال کر سڑک میں استعمال کئے گئے ہوں گے غاڑی جب مڑی تو اس دایاںحصہ کچھ اس طرح چھوٹے سے درے کے دائیں پہلو سے ٹکرایا کہ ہماری گاڑی کا رخ خود بخود مزید بدل کر آگے کو اس جنگل اور دلدل کی طر ف ہو گیا چنانچہ گاڑی آگے جھاڑیوں میں جا کر ایک طرف کو الٹی ہوئی گہری دلدل میں پھنس گئی اگرچہ آگے کا شیشہ اور باڈی کے بعض حصے ٹوٹ گئے لیکن محض خدا تعالیٰ کے خاص فضل و احسان سے ہم اس ہونے والے بڑے حادثہ سے بچ گئے اور سوائے معمولی زخموں کے ہم میںسے کسی کو بھی کوئی گہرازخم نہ آیا اور اس طرح معجزانہ طور پر ہمیں ہمارے حافظ و نا صر خدا نے بچا کر اپنے اس مقدس نوشتہ کی صداقت ظاہر فر مائی کہ امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوئَ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم لوگ گبور کا کے مذکورہ بالا جلسہ میں شمولیت کے بعد شام کو بخیر وعافیت واپس بو پہنچ گئے فالحمد للہ ثم الحمد للہ۔

(روح پرور یادیں ص388تا391)

حضرت مولانا شیخ عبدالواحد صاحب

آگ کا ایک قہری نشان

جب 1968 میں ہم فجی کے مشہور شہر با میں احمدیہ مشن کی برانچ کھولنے کا فیصلہ کیا اور اس کے لیے ایک مناسب حال مکان بھی خرید لیا تو اس شہر میں ہماری شدید مخالفت شروع ہو گئی۔ مخالفین کوشش کرنے لگے کہ جیسے بھی ہو تبلیغ اسلام کا یہ مشن "با" شہر میں کامیاب نہ ہونے پائے اور ہمارے قدم وہاں نہ جمیں۔اس وقت وہاں ہمارے مخالفین کا سرغنہ وہاں کا ایک صاحبِ اقتدار شخص ـــ''ابو بکر کویا''نامی تھا۔ چنانچہ اس نے اور دیگر مخالفین نے شہر میں یہ اعلان کرنا شروع کر دیا کہ وہ احمدیوں کے ''با''مشن کی عمارت کو جلا دیں گے۔ تا ہم ہم سے جس قدر ممکن ہو سکا ہم نے حفاظتی انتظامات کر لئے اس عمارت کے سامنے پولیس سٹیشن تھا انہیں بھی توجہ دلائی گئی۔ چنانچہ پولیس نے ہمیں ہمارے مشن ہاؤس کی حفاظت کا یقین بھی دلایا۔ پھر بھی ایک رات کسی نہ کسی طرح مخالفین کو ہمیں نقصان پہنچانے کا موقعہ ملا گیا۔اور ان میں سے کسی نے ہمارے مشن ہاؤس کے ایک حصہ پر تیل ڈال کر آگ لگا دی اور یہ یقین کر کے کہ اب آگ ہر طرف پھیل جائے گی اور ہمارے مشن ہاؤس کو خاک سیاہ کر دے گی۔ آگ لگاتے ہی آگ لگانے والا فوراً بھاگ گیا۔ لیکن خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ہمیں پتہ لگنے سے پہلے ہی وہ آگ بغیر کوئی خاص نقصان کئے خود ہی بجھ گئی یا بجھا دی گئی۔ اگلے روز سفر سے واپسی پر ہم نے دیکھا کہ عمارت کی اس طرف جہاں عمارت کا اکثر حصہ لکڑی کا تھا۔ آگ لگائی گئی تھی جس سے چند لکڑی کے تختے جل گئے مگر وہ آگ آگے بڑھنے سے قبل ہی بجھ گئی۔ چنانچہ اسی روز اس کی مرمت کرادی گئی۔ تاہم جب ہم آگ کے نقصان کا موقعہ پر جائزہ لے رہے تھے تو اس وقت کے مبلغ انچارج محترم مولانا نورالحق صاحب انور نے اس جلے ہوئے کمرے پر کھڑے ہو کر بڑے دکھ بھرے انداز میں اُ بھر کر کہا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے دینِ اسلام کی اشاعت کا یہ مرکز جلانے کی کوشش کی ہے خدا اس کے اپنے گھر کو آگ لگا کر راکھ کر دے۔ چنانچہ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کے چند روز بعد اچانک ''با''میں ہمارے مخالفین کے سرغنہ ابو بکر کویا کے گھر کو آگ لگ گئی اور باوجود بجھانے کی ہر کوشش کے اس کا وہ رہائشی مکان سارے کا سارا جل کر راکھ ہو گیا۔ (روح پرور یادیں 94-95)

مولانا نذیر احمد صاحب مبشر سابق امیر و مبلغ انچارج جماعتہائے احمدیہ گھانا

ایک خطرناک جنگلی آدمی سے بچاؤ:

ایک مرتبہ 1944ء میں تبلیغی دورہ کے سلسلہ میں خاکسار کو گھانا کے علاقہ گومو واہ کے ایک گاؤں 'اباؤ کہہ" جانا پڑا۔اس گاؤں تک پہنچنے کے لئے ایک دریا عبور کرنا پڑتا تھا۔جاتے ہوئے تو ہمیں کشتی مل گئی مگر وہاں سے واپسی پر میری راہنمائی کے لئے جو احمدی نوجوان میرے ساتھ تھا وہ جنگل میں دریا کے اصل گھاٹ کا راستہ بھول گیا۔اور ہم جنگل میں گھومتے ہوئے دریا پر ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں گھاٹ نہیں تھا۔چنانچہ وہ مجھے کہنے لگا کہ آپ یہاں میرا انتظار کریں میں گھاٹ کا پتہ چلا تا ہوں اور پھر وہ مجھے اکیلا چھوڑ کر جنگل میں گھاٹ کی تلاش کرنے چلا گیا۔

میں عین دریا کے اوپر اپنا سوٹ کیس اور چھتری سنبھالے ہوئے بیٹھا تھا کہ اتنے میں نائیجیریا(NIGERIA)کا ایک باشندہ جنگل سے نمودار ہوا۔جس کے ہاتھ میں خنجر تھا وہ دریا کے شمالی جانب تھا اور میں اس سے پانچ دس گز کے فاصلہ پر دریا کے بہاؤ کی جانب جنوب کی طرف۔وہ میرے سامنے کھڑا ہاتھ میں خنجر پکڑے میری طرف بغور دیکھ رہا تھا۔میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہو سکتا ہے یہ مجھ پر حملہ کرنے کی سوچ میں ہو اس لئے میں یک دم کھڑا ہو گیا اور اپنی چھتری کو دفاع کے لئے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔تاکہ اس کے وار کرنے پر کم از کم اس کا پہلا وار تو میں اپنی چھتری کے ذریعہ روک سکوں۔اسی اثنا میں اس شخص نے میری طرف پیٹھ پھیر لی پھر چند لمحوں کے بعد جب وہ میری طرف مڑا تو اس کی آنکھوں میں خون تھا یعنی بالکل سرخ تھیں۔اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب وہ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے ۔وہ مجھے مخاطب ہو کر انگریزی میں کہنے لگا کہ تیرے ساتھی کہاں گئے میں نے فوراً اسے انگریزی میں زور دار آواز گرج کر جواب دیا۔کہ وہ یہیں ہیں۔خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جب میں نے یہ کہا تو جنگل سے میرے ساتھی نوجوان کے بھاگتے ہوئے آنے کی آواز آئی جسے سنکر وہ نائیجیرین شخص فوراً جنگل میں غائب ہو گیا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچا لیا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد اسی علاقہ کے ایک افریقن مبلغ مسٹر یعقوب احمد صاحب سلٹ پانڈ میں مجھے ملنے آئے تو میں نے یہ واقعہ اور اس جنگلی آدمی کا حلیہ وغیرہ ان کے سامنے بیان کیا۔جس پر انہوں نے مجھے بتایا کہ جس شخص کے متعلق آپ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے اس قسم کے حلیہ اور ڈھانچے کا ایک نائیجیرین شخص احمدی ہو گیا ہے ممکن ہو وہی ہو چنانچہ ایک دوسرے موقع پر جب میں دوبارہ "آباؤ کہہ" گاؤں گیا۔تو واقعی میں نے خطبہ جمعہ میں اس شخص کو

جس نے جنگل میں مجھ پر حملہ کرنے کی ٹھانی تھی اپنی مسجد میں اپنے سامنے ہی خطبہ سنتے ہوئے دیکھا تا ہم میں نے اسے وہ واقعہ یاد دلانا یا جتلانا مناسب نہ سمجھا اور وہ بھی شرم کے مارے مجھے نہ ملا مگر میں نے وہاں کے مذکورہ بالا لوکل معلم مسٹر یعقوب احمد صاحب کو بتا دیا کہ ہاں اسی شخص سے جنگل میں میرا سامنا ہوا تھا۔

(روح پرور یادیں83-84)

حضرت مولوی محمد حسین صاحب رضی اللہ عنہ سبز پگڑی والے

انبالہ شہر میں مناظرہ :

تیسرے دن انبالہ کی مسجد میں ہم نے جلسہ کرنا شروع کیا۔بابو عبدالحکیم صاحب جو سید غلام بھیک صاحب کی انجمن تبلیغ کا ہیڈ کلرک تھا۔اس نے میری تقریری پر ایک عیسائی سے اعتراض کروایا کہ مسیح موسوی تو مردے زندہ کیا کرتا تھا۔اگر مرزا صاحب مسیح ہیں تو انہوں نے کونسے مردے زندہ کئے ہیں۔میں نے کہ ا کہ اگر مسیح جسمانی مردے زندہ کر سکتا تھا تو اس کی تو ایک فوج بن جانی چاہئے تھی کیونکہ جسے وہ زندہ کرتا تھا وہ تو اس کا مرید بن جاتا ہوگا مگر ایس کچھ دکھائی نہیں دیتا۔باقی سب نبی بھی مردے ہی زندہ کرنے کے لئے آتے رہے ہیں۔اسی طرح مسیح نے بھی مردے زندہ کئے۔اصل بات یہ ہے کہ جو خدا عالیٰ کی شناخت نہیں کرسکتے وہ مذہبی اصطلاح میں سب مردہ ہوتے ہیں اور پھر نبی سے تازہ نشان دیکھ کر وہ زندہ ہو جاتے ہیں یعنی خدا کی شناخت کر لیتے ہیں۔بابو عبد الحکیم صاحب بولے کہ ہمارے ساتھ حیات وممات مسیح پر قرآن شریف کی روشنی میں بحث کر لیں۔ہم نے منظور کر کے شرائط وتاریخ کا تعین کر لیا۔رات کو وہ مولوی ثناء اللہ کو لینے امرتسر چلے گئے۔ہمارے دوستوں نے حضور کو تاردے دی کہ مولوی ثناء اللہ آرہے ہیں اور ان سے مناظرہ ہے اس لئے کوئی چوٹی کا مبلغ بھجوا دیا جائے۔حضور نے جواب دیا کہ آپ کو مبلغ دیا ہوا ہے وہی کافی ہے۔مولوی ثناء اللہ صاحب کو جب امرتسر جا کر مناظرہ کی شرائط دکھائی گئیں تو برہم ہو کر ان سے کہنے لگے کہ کس "بھڑوے" نے یہ شرائط طے کی ہیں؟اب وہ خود ہی مناظرہ کرے میں نہیں جا سکتا۔بڑی منت کے بعد مولوی محمد یوسف دینانگری کو بھیجا۔وہ پہلے سے ہی میرے واقف تھے۔مقابلہ کے لئے دونوں سٹیج بنانا غیر احمدیوں کا کام

تھا۔انہوں نے اپنا سٹیج تو بڑا شاندار بنایا اور ہمارا ایک نالی کے اوپر تخت پوش رکھ کر دو کرسیاں ایک میز اور ایک مردہ سی لالٹین رکھی ہوئی تھی۔میں نے نوجوانوں سے کہا کہ روٹی کا فکر نہ کرو مناظرہ کے بعد کھالیں گے اوراپنی کتابیں اٹھا کر عمدہ سٹیج پر رکھ دو۔ایسا کرنے پر محافظ بولا کہ آپ کا سٹیج دوسرا ہے۔میں نے کہا کوئی حرج نہیں جہاں بیٹھ گئے ہیں ٹھیک ہے۔یہ دونوں سٹیج آپ نے ہی بنائے ہیں۔چنانچہ ہم نے سٹیج پر پوری طرح قبضہ کر لیا۔جب ان کے مولوی صاحب آئے تو سٹیج دیکھ کر ان پر بہت خفا ہوئے کہ یہ نالی پریہ سٹیج کیوں‌بنایا ہے دیکھو ان کا سٹیج کتنا اچھا ہے۔وہ بولے کہ دونوں ہم نے ہی بنائے ہیں۔وہ آپ کے لئے بنایا تھا مگر انہوں نے پہلے آکر وہ سنبھال لیا ہے۔مولوی صاحب کہنے لگے کہ وہ تو پرانے مناظر ہیں اس لئے آپ کا کیادھرا آپ کے ہی سامنے آگیا۔تم اگر دونوں سٹیج ایک جیسے بناتے تو کسی کو بھی اعتراض نہ ہوتا۔میں نے کہا مولانا مناظرے کا وقت ہوگیا ہے۔وہ بولے مناظرہ تو شرائط(کے بل بوتے)پر ہوتا ہے۔اور شرائط کے طے کرنے کے وقت یہ ”بدو“ آپ کے پاس آگئے۔اب آپ ہی شروع کریں۔میں نے مناظرے کا آغاز کیا۔خدا تعالیٰ کے فضل سے دو گھنٹے کا بہت کامیاب مناظرہ ہوا جو وہاں کے لوگوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔مناظرہ کے بعد مولوی محمد یوسف صاحب میرے پاس آکر بیٹھے رہے اور میری خیریت دریافت کرتے رہے اس کا بھی لوگو پر اچھا اثر ہوا۔پھر میرے لئے چائے آگئی جو ہم دونوں نے پی اور بعد میں اپنی اپنی منزلوں کی جانب روانہ ہو گئے۔

(میری یادیں حصہ اول 167 تا169)

مولوی محمد حسین صاحب رضی اللہ عنہ سبز پگڑی والے

نگلہ گھنو میں احمدیہ بیت کی تعمیر

نگلہ گھنو میں‌جہاں ہم نماز پڑھتے تھے وہ دور سے چوپال ہی معلوم ہوتی تھی چنانچہ ایک دن میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگراس کے مینار بن جائیں اور بیت کے صحن میں کنواں اور غسل خانہ وغیرہ بن جائے تو یہ دور ہی سے بیت معلوم ہوگی میں نے اس بارہ میں حضور کی خدمت میں‌درخواست لکھی اور اپنا پروگرام بتایا حضور نے جواب فرمایا کہ بہت جلد خرچ کااندازہ لگاکر اطلاع دو کہ کتنے صد روپے خرچ ہونگے میں نے حضور کو لکھا کہ حضور میری منشاء یہ ہے کہ حضور صرف دس یا بیس روپے تبرکاً بھیج دیں باقی جو خرچ آئے گا وہ انہیں لوگوں سے لے کرپورا کیا

جائے تا کہ انہیں بعد میں اس کی مرمت اور آبادی کا خیال رہے کیونکہ فلاں گائوں والوں نے نماز بھی نہ پڑھی اور لپائی وغیرہ کا خیال بھی نہ رکھا جس کی وجہ سے وہ خود بخود ہی گر گئی لہذا ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیئے اور ان مقامی لوگوں سے ہی بیت بنوائی جانی چاہیے تا کہ اپنی بنائی ہوئی چیز کی یہ نگرانی بھی رکھ سکیں اور اسے آباد بھی کریں۔

حضور نے میری تجویز کو مناسب سمجھا اور بیس روپے روانہ فرمادیئے میں نے دس روپے اپنی جیب سے ڈال کر سب سے پہلے بیت کے صحن میں ایک چھوٹا سا کنواں بنوایا اور پھر گائوں کیا احباب کو جمعہ کی نماز کے بعد اکٹھا کر کے چندہ وصول کیا کسی نے پانچ روپے اور کسی نے یہکہا کہ ہم اپنی گاڑیوں پر انیٹیں لے آئیں گے اور غریبوں نے کہا کہ ہم مزدوری کریں گے وہاں کے رئیس جان محمد نے کہا کہ میں پچیس روپے اپنے گھر کی طرف سے دونگا میں نے کہا آپ کے گھر سے یکصد روپیہ پورا کرنا ہے وہ کہنے لگا کہ پھر میں کچھ بھی نہیں دیتا میں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ سے یکصد روپیہ ہی وصول کرونگا ورنہ میں دوسرے دیہات کیا احباب سے بیت کے لیے مانگ لائوں گا غرضیکہ وہ روپیہ دینے سے انکاری ہو گیا اور قدرے دل سے ناراض بھی مگر میں جانتا تھا کہ یہ امیر آدمی ہے زیادہ پیسے بھی دے سکتا ہے ابھی تین دن ہی گزرے تھے نصف شب کے قریب جان محمد کی اہلیہ آئیں اور روازے پر دستک دے کر اونچی آواز سے کہنے لگیں کہ جلدی میرے ساتھ گھر چلیں مظفر کے ابا کا سانس بند ہو رہا ہے میں وضو کر کے اس کے ساتھ گیا دیکھا تو نبض کمزور ہے سانس رکا ہوا ہے غرضیکہ نزع کا سا عالم طاری تھا میں نے کٹورے میں پانی منگوایا اس وقت وہاں گائوں کے سب لوگ جمع تھے میں نے اس پانی پر دعا پڑھ کر اس پر پھونکا اور دل میں دعا کی کہ مولا کریم تو عزیز بھی تو حکیم بھی اور شافی بھی ہے تو اگر اس پانی میں ہی شفاء رکھ دے تو تیرا گھر بن جائے گا میں نے چمچ سے پانی اس کے منہ میں ڈالا اور پانی خود بخود راستہ بناتا ہوا حلق سے اتر گیا سانس چلنے لگا میں نے ایک چمچ پانی اور ڈالا وہ بھی جلد ہی حلق سے اتر گیا سانس چلنے لگا میں نے ایک چمچ پانی اور ڈالا ہو بھی جلد ہی حلق سے اتر گیا پھر تیسرا چمچ ڈالا وہ بھی بلا روک اتر گیا اب سانس درست ہونے لگا اور اس نے آنکھیں کھول دیں پھر دود پڑھ کر دعا کی اور وہ بھی اسی چمچ سے پلایا ابھی چھٹا چمچ ہی اس کے منہ میں ڈالا تھا کہ اس نے اپنی بیوی کو میری طرف اشار کر کے کہا انہیں سو روپیہ دے دو گائوں کے سب لوگ اس بات پر حیران ہو گئے کہ خدا تعالیٰ نے صرف پانی سے ہی شفاء دے دی اس کی بیوی نے سو روپے گن کر میرے سامنے رکھ دیئے میں نے نمبردار بھجو خان کو کہا کہ اپنے پاس رکھ لو اس نے

مسکرا کر روپے اٹھالیے وہاں کے تمام لوگ خوش بیٹھے تھے اور مریض نے آہستہ آہستہ باتیں کرنا شروع کر دیں لیکن یہ کہہ کر کہابھی آرام کرو اسکو روک دیا وہ مجھے اپنے پاس سے اٹھنے نہ دیتا تھا میں نے دس روپے مریض کی بیوی اور پانچ روپے اس کی بہو سے بھی وصول کئے اور نمبردار کو دے دیئے اور چونکہ گھر والے(بیوی) بھی اکیلے تھے اس لیے مریض کی لڑکی کو جومیری شاگرد تھی اپنے گھر بھیج دیا اور ہم صبح کی نماز کے لیے اس مریض کے گھر سے ہی بیت چلے گئے بیت میں نمازی آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ سب سن لو بھائی ہمارے مولوی صاحب جو بات کہا کریں مان لیا کرو دیکھ لو اللہ میاں گلے سے پکڑ کر مولوی صاحب کی بات پوری کروا دیتا ہے سارادن گائوں میں خوب چرچا رہا کہ مولبی صاحب کی اللہ میاں بات مانتا ہے ہم نے خود دیکھ لیو اللہ کے فضل سے ہماری بیت مکمل ہو گئی اس میں غسل،خانہ، مینار ،باہر کا دروازہ چاررديواری ، کنواں غرضیکہ دور ہی سے بیت کی شکل دکھائی دینے لگی۔

(میری یادیں ص71تا72)

ایک غیر معمولی واقعہ

ایک دن پہلی دفعہ میں لدھیانہ شہر کے سیکرٹری تبلیغ صوفی عبد الرحیم کے مکان پر گیا تو وہ بیٹھنے کے لیے کرسیاں باہر گلی میں لے آئے میں نے کہا کہ یہ راستہ ہے یہاں ہمیں نہیں بیٹھنا چاہیے کہنے لگے کہ میری بیوی بڑے امیر خاندان سے تعلق رکھی ہے اور تعلیم یافتہ بھی ہے مگر احمدیت کے نام سے اسے بہت نفرت ہے وہ کسی احمدی کا گھر میںآنا پسند نہیں کرتی اس لیے میں کرسیاںباہر ہی لیآیا ہوں میں نے کہا اپ مجھے اس وقت اجازت دیں پھر کسی وت میں دوبارہ یہاں آئوں گالیکن فی صاحب نہ مانے اور مجھے وہیںبیٹھنے پر مجبور کر دیا ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ ایک برقعہ پوش عورت اائی اور یہ کہتے ہوئے کہ یہ کوئی شریف آدمیوں کا کا م ہے کہ راستہ میں بیٹھیں اور صوفی صاحب کے کھر میں داخل ہو گئی میں بہت شر مندہ ہوا کہ صوفی صاحب نے میرا کہانہ مان کر بے عزتی کروادی ہے ؟صوفی صاحب کہنے لگے کہ یہ میری بیوی ہے جو اپنے والدین کے گھر سے آئی ہے یہ کہہ کر وہ اپنے گھر بھاگے بھاگے گئے میں وہیں اکیلا کھڑا رہا اور حیران ہوا کہ یہ بھاگ کر اندر کیوں گئے ہیں ابھی چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ وہ واپس آبدیدہ آنکھوں سے آگئے مجھے اپنا خون آلود بازو دکھانے لگے جس پر دانتوں کے نشانات تھے اور خون بہہ رہاتھا مجھ سے کہنے لگے مولوی صاحب خدا کے لیے ذرا گھر کیاندر چلیں اور اس کا علاج کریں آپ میرے بزرگ بھائی ہیں (

آپ سے کیا پردہ ہے) جلدی چل کر دیکھیں بڑا نقصان ہو رہا ہے میں اندر گیا اس کی بیوی کی حالت دیکھ کر میں واپسی کے لیے مڑا تو صوفی صاحب خدا کا واسطہ دے کر روکنے لگے اور کہنے لگے کہ کچھ علاج کریں میں نے کہا بے شک یہ ہماری بہن ہے اس کے سر کے بال کلے ہیں اور اس کی آنکھیں آگ کی طرح سرخ ہیں میں کس طرح قریب جا سکتا ہوں صوفی صاحب بولے کہ اگر میں ڈاکٹر کو لائوں تو وہ بھی اسی حالت میں آکر دیکھے گا اور میں تو اسے اس حالت میں چھوڑ کر ایک قدم بھی باہر نہیں جا سکتا میں ہمت کر کے اندر داخل ہوا اور صوفی صاحب سے بستر بچھانے کو کہا اور آگے بڑھ کر اس عورت کا بازو پکڑ لیا اور بستر پرلٹا دیا پانی پر دم کر کے اسے پلایا اور نبض پر ہاتھ رکھ کر دعا کرنے لگا وہ میرے لٹانے کے ساتھ ہی بے ہوش ہوگئے تھوڑی دیر کے بعد میں نے خود ہی اس کامنہ کھول کر پانی ڈالااور اس پر پانی چھڑکا قریبا پانچ منٹ کے بعد اس نے انگڑائی لی میں نے پھر اس کے منہ میں پانی ڈالا اور دوبار ہ اس کے جسم پر پانی چھڑکا تھوڑی دیر کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور میرے ہاتھ میںنبض دیکھ کر بولی کہ مجھے کیا ہوگیا ہے میں نے کہا کچھ نہیں آپ فکر نہ کریں وہ اٹھ کر بیٹھ گئی صوفی صاحب اسے بتانے لگے کہاپنے ریشمی کپڑے پھاڑ کر تونے پھینک دیئے تھے چینے اور شیشے کے بھی کافی برتن توڑ یئے ہیں اور اپنا زخمی بازو بھی اسے دکھانے لگے جسے اس نے کاٹا تھا وہ بہت شرمندہ ہوئی اسے کہنے لگے کہ میری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے مولوی صاحب یہاں موجود تھے جنہوں نے آپ کا علاج کیا اور آپ کو خدا تعالیٰ نے شفادے دی نے صوفی صاحب سے جانے کی اجازت چاہی کیونکہ نماز کا وقت بھی ہو چکا تھا وہ دونوں یک زبان ہو کر بولے نہیں ہم نہیں جانے دیں گے آپ دونوں یہیں نماز پڑھ لیں اس کی بیوی نے کہا میں نہیں جانتی کہ میرے ساتھ آج ایسا کیوں ہوا یہ میرے اختیار سے باہر کی بات ہے اس لیے مولوی صاحب میرے دو حقیقی بھائی ہیں اور می ںآپ کو آج سے اپنے ایمان سے تیسرا حقیقی بھائی سمجھو ں گی آپ بے دھڑک جس وقت چاہیں آجایا کری ںاور ضرور آیا کریں بہن آپ کا بہت بہت شکریہ میری بھی دو حقیقی بہنیں ہیں اور تیسر ی آپ کو آج سے سمجھوں گا پھر میں نے اس کہا کہ میری پیاری بہن کافر اور مومن بھائیبہ کیسے ہو سکتا ہے آپ کے خیال میں ہم کافر ہیں تو بات بنتی نہیں کہنے لگی مولوی صاحب بے شک میں اس بیماری سے قبل آج تک یہی خیال کرتی رہی مگراب جب کہ صوفی صاحب نے میری حالت بیان کی ہے آپ کی دعا اور نتیجہ شفاء کاذکرکیاہے تو میرے دل پر اس کا بہت اثر ہوا ہے جن کے مرید ایسے ہیں کہ خدا انکی فریاد سنتاہے اور وہ یہ جانتے ہوئے کہ یہ شخص ہماراسخت مخالف ہے اور برا سمجھتا ہے اس کے بعد بھی اتنے ہمدرد ہوجاتے ہیں کہ دعا کرنے سے دریغ نہیں کرتے یہ لوگ آپس

میں کتنے ہمدرد ہوں گے مولوی صاحب میں آج سے ان تمام کلمات سے جو میں‌نے حضرت صاحب کے خلاف بولے ہیں توبہ کرتی ہوں خدا تعالیٰ مجھے معاف کرے ہم دونوں نے آمین کہا میں نے شرائط بیعت کا فارم دیا اور انہوں نے اسے غور سے پڑھ کر دستخط کر دیئے ہم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا میں اگلے دن عشاء کے وقت دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے واپس آگیا ہماری اس بہن کا نام غالبا ثریا بیگم اور لڑکی کا نام طاہرہ بیگم تھا پھر تربیت اورد لجوئی کے لئے گاہے بگاہے وہاں جاتا رہا۔اس نے بھی پھر کبھی ہمارے جلسہ سے غیر حاضری نہ کی جب اس کی سہیلیوں کو اس بات کا علم ہوا تو ملامت کرنے لگیں لیکن چونکہ وہ خود تعلیم یافتہ تھی اس لیے اس کے آگے کوئی بھی دم نہ مار سکی

(میری یادیں ص123 تا126)

مولانا عبدالمالک خان صاحب سابق مبلغ گھانا

جنگل میں حادثہ اور الٰہی مدد

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ یہ عاجز اپنے ہیڈ کواٹر کماسی جو کہ باغوں کا شہر کہلاتا ہے 90میل شمال مغرب کی طرف ایک قصبہ میں گیا جہاں ہماری جماعت ہے دو دن وہاں قیام کیا تیر جودہ افراد نے بیعت بھی کی اور صبح شام اسلام اوراحمدیت کے فضائل بیان ہوتے رہے تیسرے روز شام کو اس عاجز نے اپنے ہیڈ کواٹر واپس جانے کا ارادہ کیا میں کار پر آیا تھا میرے ساتھ جماعت کماسی کے سیکریڑی مکرم عبد الوحد صاحب ریٹائر ڈپولیس افسر بھی تھے جو نہایت اخلاص سے لوکل زبان میں پاکستانی مبلغین کی تقاریر کا ترجمہ کیا کرتے تھے انہوں نے کماسی میں ایک ضروری کام کی بنا پر مجھے واپس چلنے کا مشور دیا چنانچہ ہم دونون مغرب کی نماز پڑھکر کار میں واپس روانہ ہو گئے چاندنی رات تھی راستہ اگرچہ پختہ تھا لیکن بارشوں کی وجہ سے اکثر جگہ نوکیلے پتھر نکلے ہوئے تھے اس لیے میں گاڑی تیز رفتار سے نہیں چلا رہا تھا۔

کوئی تیس پینتیس میل سفر کرنے کے بعد کار کا ٹائر پھٹ گیا سڑک کے دونوں طرف بلند قامت درخت اور گھنا جنگل بھیانک منظر

پیش کر رہا تھا تا ہم گاڑی کی ٹائر ہم نے بدلا اور پھر سفر پر روانہ ہو گئے قریبا بیس پچیس میل اور چلے ہونگے کہ دوسر ا ٹائر بھی پھٹ گیا جس کے یہ معنی تھے کہ ہم اب آگے جانے سے معذور ہو گے ہیں۔اور یہ خیال آیا کہ صبح کو کوئی اور انتظام کر کے ہی آگے جانا ہو گا ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اب کیا کیا جائے کہ مجھے عبداواحد صاب نے کہا کہ آپ گاڑی بند کرکے اندرلیٹ جائیں مجھے کچھ خطرہ محسوس ہو رہاہے میں نے دریافت کیا کہ کیا خطرہ محسوس کرتے ہیں تو انہوں نے دور سے اشارہ کر کے بتا یا دیکھیں وہ دو آدمی چلے آرہے ان کے ہاتھ میں خنجر ہیں اور ان کا تعلق خونخوار قبائل سے معلوم ہوتاہے میں نے ان سے کہا کہ میرے اندرکار میں لیٹنے سے کیا وہ مجھے کچھ نہیں کہیں گے کہنے لگے میرا نہیں آپ کا وجود قیمتی ہے آپ کو کچھ ہوگیا تو ہم حضرت صاحب کو کیا جواب دیں گے میں نے کہاعبد الواحد صاحب شہادت بھی نصیبوں سے ہی ملتی ہے اور اگر میرے لیے مقدر ہے تو زہے نصیب میں اندر چھپ کر نہیں مرنا چاہتا ورنہ میرادل اندرسے کہتاہے کہ مجھے کچھ نہیں ہو گا کیونکہ پاکستان سے چلتے وقت سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے دعا دی تھی کہ خدا آپ کے ساتھ ہو میرا یقین ہے کہ خدا تعالیٰ ہماری مدد کرے گااس اثناء میں وہ دونوں اشخاص ہمارے قریب آچکے تھے بے شک ان کے چہروں سے وحشت ٹپکتی تھی اوران کے خنجر چاندنی رات میں‌خوب چمک رہے تھے میں ان کی زبان نہیں جانتا تھا میں نے عبد الواحد صاحب سے کہا کہ آپ ان کو میری طرف سے کہیں کہ ہم آ کے ملک میں ہزاروں میل دور سے آئے ہیں۔اور یہاں کے باشندوں کے لیے اسلام کا محبت بھرا اور صلح کل پیغام لائے ہیں یہ مقدس پیغام پہنچا کر ہم جب واپس ہوئے تو یہاں ہمارے دونوں ٹائر پھٹ گئے ہیں۔اور اب ہم آگے جانے سے معذورہیں۔آپ ہماری مدد کر سکتے ہیں۔کہ کوئی صورت ہواور ٹائر ٹھیک ہو سکیں۔

وہ دونوں باپ بیٹا تھے باپ نے میری بات کا جواب دینے سے پہلے عبدالواحد صاحب سے افریقن زبان میں لمبی چوڑی گفتگو کی جسے میں نہ سمجھ سکا اورعطالواحد صاحب نے مجھے انگریزی زبان میں اس کا خلاصہ بتایا کہ یہ آپ کی بات کی تصدیق چاہتا تھا اورآپ کو خوش آمدید بھی کہتا ہے اس نے بتایا کہ یہاں سے چند میل کے فاصلہ پر ایک شخص کو وہ اور اس کا بیٹا جانتے ہیں جو یہ ٹائر ٹھیک کر سکتا ہے اس پر میں نے اپنے دونوں ٹائر اسے دیئے اور پانچ پونڈ بھی ٹائروں کی درست کے لیے لے کر چلا گیا عبدالواحد صاحب نے کہا کہ آپ نے جلدی کی ممکن ہے آپ کو دھوکہ دے جائے میں نے انہیں کہا تم مجھے بتا رہے تھے کہ یہ خطرناک لوگ ہیں لیکن انہوں نے تو مجھے خوش آمدید کہا ہے میں

سمجھتا ہوں کہ وہ مجھے مارنے نہیں آئے بلکہ خدا تعالیٰ نے انہیں ہماری مدد کے لیے بھیجا ہے اس اثناء مَیں میں اس بوڑھے کو دیر تک اسلام کی تبلیغ کرتا رہا اور عبد الواحد صاحب میری ترجمانی کرتے رہے اس نے کہا میں بیمار ہو ں دعا کرو اور اپنی جھولی میں سے اناس نکالا اور خنجر سے کاٹ کر خود بھی کھایا اور مجھے بھی کھلایا جس محبت سے اس نے پیش کیا میں وہ بتا نہیں سکتا۔

آخر شب کے ساڑھے تین بجے وہ نوجوان دونوں ٹائر مرمت کروا کے اٹھوا لایا اور دو پونڈ اس نے لانے والے کو دینے کو کہا میں نے اسے اپنے مشن ہائوس آنے کی دعوت دی اس نے جواب میں کہا ہم لوگوں کو جنگل کے کاروبار سے شہر جانے کی فرصت نہیں ملتی کبھی شہر آیا تو ضرور آپ کو ملنے آئونگا میں اس ضعیف العمر آدمی کو کچھ رقم دینا چاہتا تھا لیکن اس نے ہر دفعہ یہ کہہ کر رقم لوٹا دی کہ آپ مہمان ہیں اس واقعہ نے میری طبیعت پر ہی نہیں بلکہ عبدالواحد صاحب کی طبیعت پر بھی گہرا اثر ڈالا اورانہوں ے کہا کہ واقعی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی غیب سے مدد کرتا ہے ۔ (روح پرور یادیں ص85 تا88)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ

موضع مکھنا نوالی کا ایک واقعہ اور کرشمہ قدرت

ایک دفعہ سید عادل شاہ صاحب رضی اللہ عنہ نے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی اور بڑے مخلص احمدی تھے یہ خواہش ظاہر کی کہ ان کے گائوں موضع مکھنا نوالی میں ایک تبلیغی جلسہ کیا جائے جس میں تمام گردونوح کے احمدی احباب اکٹھے ہوں تا کہ اس جلسہ کے ذریعہ ایک تو احمدیت کی تبلیغ ہو اور دوسرے احمدی احباب کی ملاقات ہو جائے چنانچہ انہوں نے جلسہ کی تاریخ مقرر کی اور ہم سب احمدی موضع مکھنانوالی پہنچ گئے دوران جلسہ میں میری بھی تقریر ہوئی اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ اور دلائل کے متعلق قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ اور اقوالِ ماثورہ میں سے ثبوت پیش کئے گئے ان تقریرو ں کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ اثر ہو ا کہ بعض غیر احمدیوں نے حضرت مسیح ؑ کی وفات کا مسئلہ تو تسلیم کر لیا اور حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کی نسبت بھی انہیں حسنِ ظنی پیدا ہوگئی اور وہ نفرت اور کراہیت جو علماء مکفرین کے فتاویٰ کی وجہ سے ان لوگوں میں پائی جاتی تھی بہت حد تک دور ہوگئی ہم نے چونکہ ان تقریروں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معجزات اور بعض نشانوں کا بھی

ذکر کیا تھا اس لیے جلسہ کے برخاست ہونے کے بعد جب ہم سب دوست نماز کاادا کرنے کے لیے مسجد میں آئے تو ہمارے پیچھے اس گائوں کے دو ماچھی سقہ قوم کے فرد بھی آگئے اور پکار پکار کر کہنے لگے کہ مہدی اور مسیح کا دعویٰ تو کیا جاتا ہے مگر نور اور یمن اتنا بھی نہیں‌کہ کوئی کرامت دکھا سکیں میں نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھا تمہاری اس کے کیا مراد ہے تب ان میں‌سے ایک نے کہا کے میراایک بھائی قریبا ڈیڑھ سال سے ہچکی کی مرض میں مبتلا ہے طبیبو ں اورڈاکٹروں کے علاج سے بھی اس کو کوئی فائدہ نہیں ہو ا میں نے کہا کہ اس میں ہمارا کیا قصور ہے اگر آپ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دعا کراتے اوراس کو کوئی فائدہ نہ ہوتا تو اعتراض بھی تھا اب ہم پر کیا اعتراض ہے اس نے کہ تو پھر آپ ہی کچھ احمدیت کااثر دکھائیں تا کہ ہم بھی دیکھ لیں کہ احمدی اور غیر احمدی لوگوں میں کیا فرق ہے میں نے کہا کہ اچھا یہ بات ہے تو لائو کہاں ہے تمہارا مریض۔چنانچہ اسی وقت اس شخص نے اپنے بھائی کو جو پاس ہی بیٹھا کراہ رہاتھا میرے سامنے کھڑا کر دیا خدا کی حکمت ہے کہ اس مریض کا میرے سامنے آنا ہی تھا کہ میں نے ایک غیبی طاقت اور روحانی اقتدار اپنے اند ر محسوس کیا اور مجھے یوں معلوم ہونے لگا کہ میں اس مرض کے ازالہ کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اعجاز نما قدرت رکھتا ہوں چنانچہ اسی وقت میں نے اس مریض کو کہا کہ تم میرے سامنے ایک پہلو پر لیٹ جائو اور تین چارمنٹ تک جلد جلد سانس لینا شروع کر دو (یہ بات میں نے ایک الہامی تحریک سے اسے کہی تھی) چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اس کے بعد میں نے اسے کہا جب وہ اٹھا تو اسکی ہچکی بالکل نہ تھی اس کرامت کو جب تمام حاضرین نے دیکھا تو حیرت زدہ ہوگئے اور وہ دونو بھائی بلند آواز سے کہنے لگے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مرزا صاحب واقعی سچے آدمی ہیں اوران کی برکت کے نشان واقعی نرالے ہیں اس کے بعد حکیم علی احمد صاحب احمدی رضی اللہ عنہ جو ایک عرصہ تک اس مرض کا علاج کر کے مایوس ہو چکے تھے مجھے کہنے لگے آپ نے تو کمال دکھایا ہے میں نے کہا یہ تواحمدیت کا کمال ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ نشان ظاہر کیا ہے الحمد للہ علیٰ ذالک۔

")حیات قدسی ص 58(

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ

مالا بار ،کو روانگی

کانپور میں ہفتہ عشرہ قیام کرنے کے بعد ہم بمبئ پہنچے اور وہاں سے بذریعہ جہاز بندر گاہ منگور کی طرف روانہ ہوئے بمبئ سے ہمارے ایک ہم سفر قوی ہیکل جوان تھے وہ پہلی دفعہ سمندری سفر اختیار کرنے کی وجہ سے گھبرا رہے تھے جب دوسرا دن ہو ا تو وہ ہر طرف پانی ہی پانی دیکھ کر حد سے زیادہ دہشت زدہ ہوگئے اور لحظ بہ لحظہ ان کی حالت خراب ہوتی گئی دو دن کے بعد سورج غروب ہوتے ہی ان کی زندگی کی شمع ہمیشہ کے لیے بجھ گئی۔ان کی لاش کو جہاز کے کپتان نے تین چار پتھروں سے باندھ کر نیچے سمندر میں پھنیک دیا اس حسرتناک اور جواناں مرگ وفات سے ہمسفر بہت ہی افسردہ ہوئے۔

چار دن سمندری سفر میں گذارنے کے بعد جب ساحل مالا بار ایک دو میل کے فاصہ پر رہ گیا تو جہاز کے کپتان کی طرف سے حکم دیا گیا کہ سب مسافر جہاز سے اتر کر کشتیوں میں سوار ہوں اور ساحل پر پہنچیں چناچہ ایک کشتی پر ہم سوار ہوئے جب ہم ساحل سے نصف میل کے قریب تھے تو اچانک سمندر میں طوفان آگیا اور ہماری کشتی ڈگمگانے لگی اس ہولناک منظر سے ملاح بھی خوف زدہ ہو کر چلانے لگے اور زور زور سے یا پیر بخاری یا پیر عبدالقادر بیلانی یا پیر خضر کی صدائیں بلند ہونے لگیں دیکھتے ہی دیکھتے کشتی میں پانی بھرنا شروع ہو گیا اور سب سواریو ں کو موت سر پر منڈلاتی ہوئی نظر آنے لگی۔

میری طبیعت بمبئی سے ہی اعصابی دوروں کی وجہ سے خراب تھی اور اس وقت بھی دورہ تھا لیکن جب میں نے ملاحوں کی مشرکانہ صدائیں سنیں اور ادھر کشتی کی حالت کو دیکھا تو میرا قلب غیرت سے بھی گیا اور میں اسی جوش میں کھڑا ہو گیا اور ملاحوں کو کہا کہ تم لوگ شرک کے کلمات کہہ کر اپنی تباہی اور بھی قریب کر رہے ہو تم نازک حالت میں ایسے مشرکانہ کلمات سے توبہ کرو اور صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے استمداد کرو پیر بخاری کون ہے اور پیر خضر اور پیر عبدالاقادر جیلانی کیا ہیں یہ سب اس لا شریک اور قدوس خداکے عاجز بندے ہیں اور اللہ کی نصرت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا بندو ں سے مت مانگو۔

بلکہ رب العالمین خدا سے مدد طلب کرو جس نے ان پیروں اور بزرگوں کو پیدا کیا اور ان کو بزرگی بخشی اور یہ سمندر بھی کیاہے میرے قادر و مقدر خدا کا ایک ادنیٰ خادم ہے جو اس کے دست تصرف کے ماتحت مدوجزد کھاتاہے پس اگر وہ چاہے تو جوشِ تموج اسی وقت ختم ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عجیب تصرفات ہیں کہ میں نے منہ سے یہ کلمات نکالے ہی تھے کہ سمندر کی موج ہٹ گئی اس کا جوش تھم گیا اور کشتی آرام سے چلنے لگی تب وہ ملاح ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے کہ ہماری توبہ ہماری توبہ واقعی اللہ تعالیٰ ہی ہے جو طوفان سے بچا سکتاہے۔

خدا تعالیٰ کے عجائبات ہیں کہ طوفانی لہرونکی شدت کے وقت مجھے اس قدر روحانی طاقت محسوس ہوتی تھی کہ مجھے یقین تھا کہ اگر ملاح اپنے مشرکانہ کلمات سے باز نہ آئے اوراس وجہ سے کشی ڈوب گئی تو میں اور عزیز عرفانی صاحب سطح آب پر چل کر بفضلہ تعالیٰ سلامتی کے ساتھ کنارے پر پہنچ جائیں گے کیونکہ ہم مرکز کی ہدایت کے ماتحت تبلیغِ حق کے لیے جا رہے تھے اس واقعہ کا ذکر مکرم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی الحکم میں شائع فرما چکے ہیں۔

(حیات قدسی 82تا83)

حضرت شیخ مبارک احمد صاحب

بلی گراہم کو دعا کا چیلنج:

مارچ1960ء میں ایک خاص خدمت کا خدا تعالیٰ کی خاص تائید اور نصرت سے موقع ملا جس کا دنیا بھر میں شہرہ ہوا۔مشرقی افریقہ میں بالخصوص۔ڈاکٹر بلی گراہم کو دعا کا چیلنج تھا۔مغربی،مشرقی افریقہ اور امریکہ اور دیگر مختلف ممالک میں بذریعہ اخبارات اس کا چرچا ہوا۔میڈیا نے خوب اچھالا۔اس چیلنج کے بارہ میں یہ لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند دن پہلے خاکسار عدن میں تھا اور عدن کے اخبارات میں خبر پڑھی کہ چند دن بعد نیروبی میں بلی گراہم کی آمد آمد ہے۔اخبارات اور پوسٹر ان کی آمد کے سلسلہ میں شائع کئے گئے۔بہت زور شور سے اس کی آمد کی خبر کا اعلان اور پراپیگنڈا ہوا۔خاکسار کو انہی دنوں دعا کی طرف غیر معمولی طور پر خاص توجہ ہوئی۔نیروبی واپس آیا تو مکرم مولوی محمد منور صاحب سے جو میرے رفیق کار تھے مشورہ کیا۔چیلنج کے تعلق میں ذکر کیا۔ان کی طرف سے Courageنہ ہوئی۔ان دنوں محترم قاضی عبد السلام صاحب جماعت کے صدر تھے ان سے بات کی۔فون پر قدرے تفصیل سے چیلنج کی نوعیت سے انہیں آگاہ کیا اور اپنے رفیق کار کے مشورہ سے بھی مطلع کیا۔حضرت قاضی صاحب نے میری تائید کی اور پر زور انداز میں فرمایا کہ ضرور چیلنج دینا چاہئے اور کہا''میں ابھی آپ کے پاس آتا ہوں۔انگریزی میں جو خط لکھا جا رہاہے اس کی نوک پلک بھی آکر درست کرتا ہوں۔''حضرت قاضی صاحب کے جرأت دلانے پر خاکسار نے فیصلہ کر

لیا کہ بلی گراہم کو دچیلنج دیا جائے۔چنانچہ حضرت قاضی صاحب تشریف لائے۔خط دیکھا۔نوک پلک درست کی۔خط لفافہ میں بند کیا اور مکرم مولوی محمد منور صاحب کے ذریعہ بلی گراہم کے کیمپ میں بھجوا دیا۔نیروبی کے اخبارات کو بھی اس خط کی نقول ارسال کی گئیں۔بالخصوص ایسٹ افریقن سٹینڈ رڈ اور سنڈے پوسٹ کو۔پریس کے نمائندوں نے اس دن مجھے احمدیہ مشن ہاؤس میں آگھیرا اور کہنے لگے۔"شیخ!آپ نے تو یہ چیلنج دے کر ورلڈنیوز بنادی۔"بلی گراہم سے جب بھری مجلس میں اس چیلنج کے بارے بات ہوئی تو اس کے انکار کا خوب خوب چرچا ہوا۔مجھے تاریں اور خطوط آنے لگے۔ملے جلے اثرات پر مشتمل کہیں مبارکبادی کے اور کہیں ہم سے مقابلہ کرو وغیرہ وغیرہ۔اس انکار کی خبرنیویارک ٹائمز کے صفحہ اول پر شائع ہوئی جس کے متعلق محترم مولوی یٰسین صاحب نے جو ان دنوں وہاں کے مبلغ تھے مجھے اطلاع بھجوائی اور تراشہ بھی۔شہر نیروبی اور ملحقات میں بھی اس کے انکار کا خوب چرچا ہوا۔ایک دن مسٹر ابراہیم نتھو جو اسماعیلیہ کمیونٹی کے معزز رکن ہیں ایجسلیٹو کونسل کے ممبر کے علاوہ گورنر کینیا کی ایگزیکٹو کے رکن بھی خاکسار سے ملے اور کہنے لگے:۔

"ساری رات ہم اپنے کلب میں بیٹھ کر آپ کے اس چیلنج اور بلی گراہم کے انکار کا ذکر کرتے رہے۔آپ نے اسلام کے جھنڈا کو خوب اونچا رکھا۔"

نیروبی کی گورنمنٹ روڈ پر جناب علامہ مشرقی کے ایک عقیدت مند خاکسار تحریک سے تعلق رکھنے والے ایک دوست ملے۔بڑے جوش اور خاص تپاک سے گلے ملے اور خاص جذبہ سے اس خدمت کو سراہنے لگے اور کہنے لگے کہ"آج آپ نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔"

(کیفیاتِ زندگی190-191)

حضرت مولانا غلام حسین مرحوم کی تائید الٰہی کا ایک واقعہ

ایک اور عبرتناک واقعہ:الہام انی مھین من اراد اھانتک کی سچائی کا عملی ثبوت

اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سنت چلی آتی ہے کہ جو لوگ اس کے ماموروں اور پیاروں کی مخالفت کرتے اور ان کی تذلیل وتحقیر کے مرتکب ہوتے ہیں ان پر نہ صرف عالمِ آخرت میں عتاب نازل ہوتا ہے بلکہ اس دنیا میں بھی وہ

انی مھین من اراد اھانتک کے وعید کے نیچے آکر اکثر عبرتناک سزا پاتے ہیں۔نمونہ کے طور پر یہاں سنگا پور کے ایک مخلص احمدی بھائی برادرم مکرم محمد علی صاحب کا تحریر کردہ مندرجہ ذیل واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔وہ لکھتے ہیں:-

1938ء کا ذکر ہے جب میں‌مولانا غلام حسین مرحوم کے زیرِ تبلیغ تھا چنانچہ وہ جہاں کہیں جاتے میں اکثر ان کے ہمراہ ہوتا اور میری خواہش ہوتی کہ مولانا صاحب کسی سے بحث مباحثہ کریں۔تاکہ میری معلومات میں اضافہ ہو اور میں اسلام اور احمدیت کی حقیقت کو پا جاؤں۔اس زمانے میں گیلانگ سرائے(سنگا پور)میں سرِ بازار غالباً ضلع ہزارہ کے ایک شخص کا چھوٹا سا ہوٹل تھا جہاں ہمیں اپنے ملک ہندوستان کی طرز کا کھانا مل جاتا تھا۔اس کا نام تو مجھے یاد نہیں رہا۔البتہ چونکہ وہ ایک آنکھ سے محروم تھا اس لئے اس کا ہوٹل انگریزی زبان میںone eyed pathan's hotelیعنی ایک آنکھ والے کا ہوٹل مشہور تھا۔وہ شخص اخلاق سے عاری تھا اور اس کی زبان سے اس کے اپنے لڑکوں کے لئے بھی اکثر گندی گالیاں سننے میں آتی تھیں خاکسار اور مولانا غلام حسین صاحب گاہے گاہے اس کی دکان پر کھانا کھانے جایا کرتے تھے۔ایک روز میری موجودگی میں مولانا صاحب سے اُس نے پوچھا۔کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ قادیانی ہیں کیا یہ درست ہے مولانا صاحب نے کہا۔کہ ہم قادیانی تو نہیں ہیں البتہ خدا کے فضل سے احمدی مسلمان ہیں۔اتنا کہنا تھا۔کہ وہ شخص آپے سے باہر ہو گیا۔اور ہمارے خلاف ہنگامہ برپا کرتے ہوئے کہنے لگا۔"ابھی ابھی نکل جاؤ میری دکان سے تم لوگ کافر ہو پھر کبھی میری اس دکان میں آکر اسے پلید نہ کرنا ورنہ تمہاری خیر نہ ہوگی"اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذاتِ والا صفات کے خلاف بھی واہی تباہی بکتے ہوئے کہنے لگا کہ وہ نعوذباللہ کاذب ودجال۔۔۔۔تھے اور ان کی موت نعوذباللہ ٹٹی میں ہوئی تھی۔وغیرہ وغیرہ۔

چنانچہ اس روز سے ہم نے اس بدزبان شخص کی دکان پر جانا چھوڑ دیا۔اس اثناء میں جنگِ عظیم دوئم چھڑ گئی اور دوسال کا عرصہ گزرنے پر مجھے ملازمت کے سلسلہ میں سنگا پور چھوڑ کر ملایا جانا پڑا۔اس لئے پھر سالہا سال تک مولانا غلام حسین صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی۔اور میرے تعلقات جماعت سے منقطع ہوگئے۔یہاں تک کہ ایک لمبا عرصہ بعد سنگا پور میں1960ء میں محترم مولانا محمد صادق

صاحب فاضل سے میری ملاقات ہوئی جو اس وقت سنگاپور احمدیہ مشن کے مبلغ انچارج تھے۔چنانچہ چند دن ان کے زیرِ تبلیغ رہنے کے بعد میں ان کے ذریعہ بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوگیا۔اس وقت مولانا محمد صادق صاحب کی

زبانی معلوم ہوا کہ وہی دکاندار جو اب بوڑھا ہو چکا تھا ان کی بھی شدید مخالفت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ اس کے بعد ہمارے سامنے ہی اللہ تعالیٰ کی شدید گرفت میں آگیا اور جس قسم کے گندے الفاظ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف استعمال کرتا تھا اور جس قسم کی گندی موت وہ نعوذباللہ حضور علیہ السلام کی طرف منسوب کیا کرتا تھا ایک لمبا عرصہ ذیابطیس کی مہلک بیماری میں مبتلا رہ کر آخر ایک دن اسی گندی موت کا شکار ہوگیا۔ہوا یوں کہ پہلے اسے شوگر کی معمولی بیماری ہوئی جو بڑھتی بڑھتی یہاںتک پہنچی کہ اس کی ایک ٹانگ پر پھوڑا نکل آیا جس کی وجہ سے وہ ٹانگ کاٹ دی گئی۔پھر دوسری ٹانگ میں کارنبکل پھوڑا نکل آیا۔اور وہ بھی کاٹنی پڑی اور وہ اتنا محتاج ہو گیا کہ اس کے لواحقین اسے ہاتھوں پر اٹھا کر بول وبراز کراتے۔حتی کہ ایک وقت ایسا آیا کہ اس کے اپنے لڑکوں نے اس کی بیماری سے تنگ آکر اپنی دکان کے پیچھے ایک کونے میں اسے ڈال دیا۔جہاں وہ دو چارفٹ رینگ کر اپنے قریب ہی بول و براز کیا کرتا۔اور آخر کار جب وہ از خود ہلنے جلنے کے قابل نہ رہا تو ایک روز اپنے ہی کئے ہوئے بول وبراز کے اوپر مرا ہوا پایا گیا فاعتبروا یا اولی الابصار۔

خاکسار محمد علی ریٹائرڈ سینیئری انسپکٹر برٹش ملٹری ہیڈ کوارٹرز ۱۱۲ جالن کمونگ۔سنگاپور (روح پرور یادیں 541-540)

الفا ہم فوڈے صالحو اور برادر دائود سونگونے

ایک دورہ کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

جنگل میں قبولیت دعا کا نشان

اس گائوں سے ہم 9 میل پیدل سفر کرکے ایک گائوں کیچپیا پہنچے اور سیدھے ٹائون چیف کے پاس گئے راستے میں شدید بارش سے ہمار ابرا حال تھا بھوک نے بھی نڈھال کر رکھا تھا لیکن اس مخالف چیف نے ہماری باتیں سننے اور گائوں میں قیام کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا نا چار ہم آگے روانہ ہوئے ہم پہلے ہی سخت تھے ماندے تھے اور کپڑے بارش سے تر تھے کہ بارش نے ہمیں پھر آلیا رات سر پر تھی راستہ بھی دشوار گزار او ر خطرناک تھا اس

اضطراری حالت میں ہم نے بڑے سوز و گداز اور الحاح سے دعا کی کہ اے ہمارے رحیم و کریم خدا ہم تیرے رسول محمد ﷺ کے غلام اور تیرے مہدی علیہ السلام کے فدائی ہیں اور محض تیر انام بلند کرنے اور تیرے دین اسلام کی تبلیغ کے لیے اپنا کام کاج گھر بار اور عزیز و اقارب چھوڑ کر ان جنگلوں میں پھر رہے ہیں بھوک کی شدت نے ہمارے تھکے ماندے جسم بھی اب جواب دے رہے ہیں تو غیب سے ہماری مد د فرما چنانچہ اس سمیع و مجیب نے اپنے کرم سے ہماری دعاسنی اور وہ موسلا دھار بارش یکدم بند ہو گئی اور چار میل تک بند رہی پھر ہمار ی پگڈنڈی کے ایک طرف بارش ہونے لگی لیکن دوسری طر ف بالکل خشک موسم رہا اور اس طرح خارق عادت طور پر ہم بارش سے محفوظ رہ کر خدا تعالیٰ کی مہربانی پر شکر کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے چنانچہ چار میل مزید چل کر ہم رات گئے ایک گائوں مانوکوٹوہون پہنچے جہاں ہماری ایک بڑی پرانی اور مخلص جماعت موجود ہے جماعت کے صدر گائوں سے باہر ہی ہمیں مل گئے ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے ہم نے رات اپنے احمدی بھائیوں کے پاس گزاری۔ (روح پرور یادیں ص453تا454)

ایک بزرگ لوکل معلم پاسوری باہ

ایک شدید مخالف ان کے ذریعے ہدایت پا گئے

تبلیغی لحاظ سے پاسور با مرحوم کی زندگی کا سب سے اہم واقعہ بلکہ کارنامہ وہ ہے جسے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے کئے

مرتبہ اپنے خطبات اور تقاریر میں‌بیان فرمایا کہ سیرالیون کے ایک نہایت متعصب اور مخالف چیف مسمی قاسم کمانا ان کے ذریعہ احمدی ہوگئے یہ چیف باوجوُدو مسلمان کہلانے کے مشرکانہ رسوم تعویذ ٹونے وغیرہ پر بہت اعتقاد رکھتے تھے ان کو جب بھی تبلیغ کی جاتی وہ ہماری باتیں نہایت بے پرواہی سے رد کر دیا کرتے بلکہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنی ترنگ میں آ کر یہ تک کہہ دیا تھا کہ

الحاجی صدیق جس طرح میرے گائوں کے آگے بہنے والا دریا الٹا نہیں بہہ سکتا اسی طرح میں بھی احمدی نہیں ہو سکتا میں اپنا پرانا مذہب و طریقہ نہیں چھوڑ سکتا۔

آخر کار 1956 میں خاکسار نے کچھ عرصہ کے لیے پاسوری با مرحوم کو اس چیف کے گائوں اور اردگرد کے علاقہ کے لیے بطور معلم و مبلغ مقرر کر دیا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ وہاں کچھ عرصہ مستقل طور پر رہ کر تمام علاقہ میں تبلیغ کریں اور خصوصا چیف قاسم کمانڈرا کو سمجھانے اور ان پر احمدیت کی حقانیت واضح کرنے کی پوری کوشش کریں چنانچہ پاسوری بامرحوم کے نیک نمونہ اور تبلیغ کا چیف قاسم پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے پاسوری باکو اپنے مکان میں رہائش کے لیے جگہ دے دی جس کے بعد انہوں نے اور ان کے خاندان کے لوگوں نے پاسوری با کے پیچھے نمازیں ادا رنی شروع کر دیں اور پھر آخر ایک روز چیف صاحب نے اعلان کر دیا کہ وہ احمدی ہیں اور اپنے سابقہ مشرکانہ تعویذ گنڈے اور ٹونے وغیرہ گائوں کے باہر سر عام جلادیئے۔ (روح پرور یادیں ص525تا526)

حضرت مولانا رحمت علی صاحب کا ذکر خیر

محترم جناب مولانا محمد صادق صاحب فاضل مرحوم سابق امیر جماعتہائے احمدیہ انڈونیشیا و سنگاپور بیان کرتے ہیں‌کہ انڈونیشیا میں احمدیہ مشن کے قیام کے ابتدائی زمانہ میں ایک مرتبہ پاڈانگ شہر میں حضرت مولانا رحمت علی صاحب مرحوم رئیس التبلیغ انڈونیشیا ایک احمدی درزی مکرم محمد یوسف صاحب کی دوکان پر بیٹھے تھے کہ اتفاقا ہالینڈ کے ایک عیسائی بشپ پادیری اپنے ساتھیوں سمیت تبلیغ کرتے ہوئے وہاں آنکلے اور مولانا صاحب سے ا نکااسلام اور عیسائیت پر تبادلہ خیالت شروع ہو گیا جسے سننے کے لیے لوگ بکثرت وہاں جمع ہو گئے اسی اثناء میں اچانک موسلادھار بارش برسنے لگی اس علاقہ میں جب بارش شروع ہو تو کئی گھنٹے مسلسل برستی رہتی ہے۔

تاہم جب کچھ وقت بحث کرنے کے بعد وہ پادری حضرت مولانا صاحب کادلائل سے مقابلہ کرنے سے عاجز آگیا تو وہ اپنی شکست اور ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لیے مولانا صاحب کو للکارتاہوا کہنے لگا کہ اگر واقعی عیسائیت کے مقابلہ میں تمہارا مذہب اسلام سچا اور افضل ہے تو اس وقت ذرا اپنے اسلام کے خداسے کہیے کہ وہ اپنی قدرت کا کرشمہ دکھائے اور اس موسلادھار بارش کو یکدم بند کر دے چنانچہ اس کا یہ مطالبہ کرنا ہی تھا کہ مولاناصاحب نے بلا حیل و

حجت انے زندہ خدا پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے بڑی پر اعتماد آواز میں بارش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے بارش تو اس وقت خدا کے حکم سے تھم جا اور اسلام کے زند اور سچے خدا کا ثبوت دے۔

اسلام کے خداپر قربان جایئے کہ اس کے بعد چند منٹ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ بارش تھم گئی اور وہ پادری اور سب حاضرین اللہ تعالیٰ کے اس عظیم نشان پر انگشت بدنداں رہ گئے۔

(روح پرور یادیں ص63تا64)

دوسرا واقعہ:

دوسرا واقعہ مکرم جناب مولانا محمد صادق صاحب نے یہ بیان فرمایا۔کہ اسی شہر پاڈانگ میں ایک زمانہ میں حضرت مولانا رحمت علی صاحب ایک مخلص احمدی مسمیٰ داؤد صاحب کے مکان کے ایک حصہ میں رہتے تھے جو محلہ یا سرمسکیناً میں واقع تھا۔اس علاقہ کے اکثر مکانات لکڑی کے اور بالکل ساتھ ساتھ بنے ہوئے تھے اتفاقاً ایک مرتبہ اس محلہ میں آگ لگ گئی جو ارد گرد کے تمام مکانات کو راکھ کرتی ہوئی مولانا صاحب کی رہائش گاہ کے قریب پہنچ گئی۔حتیٰ کہ اس کے شعلے مولانا صاحب کے مکان کے چھجے کو چھونے لگے۔

چنانچہ یہ صورتِ حال دیکھ کر تمام احمدی اور غیر احمدی محلہ دار حضرت مولانا رحمت علی صاحب کو باصرار کہنے لگے کہ وہ فوری طور مع سامان اس عمارت سے باہر نکل آئیں مگر مولانا صاحب نے ان کی ایک نہ مانی اور دعا میں لگے رہے اور بڑے اطمینان سے انہیں تسلی دیتے رہے کہ یہ آگ انشاء اللہ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے گی یہ مکان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مرید کا ہے۔جس کا ایک حصہ اس وقت حضورؑ کے ایک غلام اور ادنیٰ مجاہد کی رہائش گا ہ ہے اور حضرت اقدسؑ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے کہ ”آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی بھی غلام ہے۔“پس یہ آگ اس عمارت کو بھسم کرنے میں ناکام رہے گی اور جہاں تک پہنچی ہے وہیں رک جائے گی۔کیونکہ آگ خدا کے حکم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے سچے مریدوں کی غلام ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا رحمت علی صاحب ابھی یہ بات کر ہی رہے تھے کہ اچانک بادل امنڈ آئے اور موسلادھار بارش شروع ہو گئی جس نے آناً فاناً اس آگ کو بالکل ٹھنڈا کر کے رکھ دیا۔اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف یہ اجازت نہ ہوئی کہ وہ دیگر عمارتوں کی طرح اس عمارت کو بھی اپنی لپیٹ میں لے سکے۔چنانچہ محلہ کی دیگر عمارتیں جل کر راکھ ہو گئیں مگر وہ عمارت خدا کے فضل سے معجزانہ طور پر محفوظ رہی اور اب تک موجود ہے اور اس کے چھجہ پر آگ کے شعلوں کے سیاہ نشانات بھی اب تک موجود ہیں اور جب کبھی احمدی احباب وہاں جمع ہوتے ہیں تو اس خارق عادت واقعہ کی یاد تازہ ہو کر ان کے ازدیادِ ایمان کا موجب ہوتی ہے۔

(الفضل 9دسمبر 1938ئ)(روح پرور یادیں64-65)

مولوی سجاد احمد صاحب

ایک خطرناک حادثہ اور حفاظتِ الٰہی:

آخر مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد تقریبا ۹ بجے شب ہم بذریعہ ویگن ان کے گاؤں سے واپس نصر وانگاروانہ ہوئے۔ویگن خاکسار خود چلا رہ اتھا۔چونکہ اس کی ہینڈ بریک خراب تھی۔اور راستہ بھی کچا تھا اور چھوٹی چھوٹی پہاڑوں سے گزرتا تھا اس لئے راستے میں بعض دفعہ سخت مشکل پیش آتی رہی۔خصوصاً جب چڑھائی وہتی۔چنانچہ دس پندرہ میل طے کرنے کے بعد ایک اڑھائی تین سوفٹ اونچی پہاڑی آئی ہم اس کے اوپر چڑھ رہے تھے لیکن چونکہ مجھیت اس راستے کا تجربہ نہیں تھا۔میں یہ اندازہ نہ کر سکا کہ گیئر تبدیل کرنا ضروری ہے۔جب گاڑی کھڑ ہوت نظر آئی تو میں نے فوراً تیسرا گیئر لگایا لیکن پھر بھی ویگن آگے نہ چل سکی۔فوراً سیکنڈ گیئر تبدیل کیا۔لیکن اب ویگن بالکل کھڑی ہو گئی۔لائٹ بجھ گئی اور بریک بھی فیل ہو گئی۔ہمارے پیچھے تقریباً دو فرلانگ کی اترائی تھی۔جو ہم چڑھ چکے تھے اور سڑک کے دونوں طرف ڈیڑھ ڈُڑھ دو دو فٹ گہرائی اور گڑھے اور جھاڑیاں تھیں۔اب ویگن بڑی تیزی سے پیچھے کی طرف روانہ ہونا شروع ہو گیا پیچھے بیٹھے ہوئے تینوں دوستوں نے زمین پر چھلانگ لگا دی کیونکہ ویگن کنٹرول سے باہ ر ہو چکی تھی اور سامنے موت نظر آرہی تھی۔میں نے آخر حربہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور اضطراری التجائیں اور مسنون دعا رب کل شيء خدامک رب فاحفظنا وانصرنا وارحمنا اونچی آواز سے پڑھنی شروع کر دی۔بھائی حامد حسین صاحب آگے

میرے ساتھ بیٹھے تھے انہوں نے اس گھبراہٹ کے عالم میں یکدم تیزی سے فرمایا مولانا! دائیں طرف جھاڑیاں ہیں۔ویگن فوراً دائیں طرف گھمائیں۔شاید جھاڑیوں سے ٹکرا کر ویگن رک جائے دراصل وہاں کوءیجھاڑی نہیں تھی بلکہ تقریبا چھ سات فٹ گہرا گڑھا تھا اندھیرے میں ہمیں یونہی جھاڑیوں کا گمان ہور ہاتھا۔میں نے تیزی سے ویگن کو گھمایا اور پھر ہم ایک دھماکے کے ساتھ گڑھے میں جا گرے لیکن ویگن گڑھے سے اچھلا اور آگے ایک چھوٹے سے تدرخت کے ساتھ ٹکرا کر رک گیا۔اور اس طرح مزید نیچے کی طرف رول ہونے سے بچ گیا۔اس حادثہ کی دہشت اور صدمہ کی وجہ سے اس وقت ہم سمجھے کہ اگر ہم مر نہیں گئے تو بھی ویگن کے اندر سخت زخمی حالت میں پڑے ہیں۔اور ویگن سے کودنے والے دوست بھی یہی سمجھے تا ہم وہ بھاگ کر زور زور سے ہمیں آوازیں دیتے ہوئے ہمارے پاس پہنچے اور ہمیں ویگن سے باہر نکالا۔خدا کا شکر ہے کہ بالکل محفوظ رہے صرف بعض معمولی زخم اور خراشیں آیں۔گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہماری اضطراری دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا اور ہمیں بچا لیا ورنہ اتنے بڑے حادثے سے بچ نکلنا ناممکنات میں سے تھا۔

ایک سکھ دوست کا بروقت تعاون:

اب رات کے گیارہ بج چکے تھے۔بیس بیس میل پر وہاں کوئی گاؤں نہ تھا۔اور ویگن کو اس جگہ سے نکالنا اور سڑک پر لانا ہمارے بس کی بات نہیں تھی۔ہم میں سے ایک دوست کو یاد آیاکہ وہاں سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر ایک سکھ زمیندار جنگل میں اپنی زمینوں پر رہتے ہیں۔چنانچہ ہم میں سے دو بھائی پیدل ان کے پاس گئے وہ سکھ دوست اپنی کار اور ٹریکٹر لے کر ہماری مدد کو پہنچ گئے اس جگہ تک راستہ بناتے بناتے رات کے دو بج گئے اصخر ہم نے ٹریکٹر کے ذریعہ ویگن کو کھینچ کر باہر نکالا۔اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ اتنے شدید حادثے کے باوجود ہماری ویگن بھی اس حد تک محفوظ رہی کہ سٹارٹ کرنے پر فوراً سٹارٹ ہو گئی اور پھرہم سب اسی میں سوار ہو کر اس سکھ دوست کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں سے روانہ ہو کر بخیر وعافیت نصر و انگا پہنچ گئے۔اور یوں اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے ہمارا یہ دورہ نہ صرف تبلیغی لحاظ سے کامیاب رہا بلکہ اس حادثے کے باوجود جانی اور مالی لحاظ سے بھیااللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر طرح سے محفوظ رکھا فالحمد للہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی دعا سے بارانِ رحمت:

جب 1977ء میں خاکسار فجی پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس ملک کے باشندے اس سال بارش کی بڑی شدت سے کمی محسوس کر رہے ہیں اور خشک سالی سے سخت پریشان ہیں۔ملک کے مولوی صاحبان بارش کے لئے دعائیں کر چکے تھے۔اور ہندو پنڈت کھلے میدانوں میں آگ جلا جلا کر بارش برسانے والے دیوتاؤں سے بارش کے لئے التجائیں کر چکے تھے۔اس ملک کے ہندوؤں میں یہ رسم ہے کہ اگر حسبِ ضرورت بارش نہ وہ اور قحط سالی کا خطرہ ہو تو میدانوں میں نکل کر آگ جلاتے اور ڈھول بجا بجا کر اپنے دیوتاؤں کو بارش کی کمی کا احساس دلاتے ہیں۔تا ہم اس وقت ان کی سب رسمیں اور دیوتا بیکار اور بے جان ثابت ہوئے اور بارش نہ ہوئی۔جس سے حکومتی حلقوں میں بھی تشویش کا اظہار کیا جا رہا تھا کیونکہ یہ خشک سالی تقریباً سال بھر لمبی ہو گئی تھی۔جو ملک کے لئے سخت نقصان دِہ تھی۔

اس دوران ایک روز قصبہ مارو میں خاکسار برادرم مکرم ماسٹر محمد یونس خانصاحب کے مکان سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں خط لکھ رہا تھا مکرم ماسٹر یونس صاحب کو جب یہ معلوم ہوا تو کہنے لگے کہ ابھی ابھی اسی عوقت حضور کی خدمت میں خصوصی طور پر لکھیں کہ سال بھر سے سارے ملک فجی میں بارش کا فقدان اور خشک سالی تباہی کا موجب ہو رہی ہے اور ملک کے لوگوں کی اور ہماری دعائیں اور دیگر رسوم بھی سب بے کار جابتھو چکی ہین۔حضور اس ملک کے باشندوں پر رحم فرماتے ہوئے متواتر خاص دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ جلد از جلد اس سرزمین کو حسبِ ضرورت بارش سے سیراب فرمائے نیز میری طرف سے یہ بھی خاص التجا کریں کہ اپنے ایکی ادنیٰ مرید ماسٹر محمد یونس خان کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ہائی بلڈ پریشر کی تکلیف سے شفا عطا فرمائے۔

خاکسار نے یہ اسی وقت ان دونوں اہم امور کے لئے حضور کی خدمت میں خاص دعا کی درخواست لکھکر روانہ کردی۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس سلسلہ میں حضور کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور خط کا جواب آنے سے پہلے پہلے سارے ملک میں اتنی شدید بارشیں ہوئیں کہ ہر طرف ہر یالا اور سبزی ہی سبزی ہو گئی اور ہر شخص کی زبان پر بلکہ لوکل اخباروں میں اس رائے کا اظہار کیا گیا کہ کئی سالوں کے بعد ملک میں اتنی اچھی اور وسیع پیمانے پر بارشیں ہوئی ہیں۔لیکن یہ بہت کم لوگوں کو معلوم تھا کہ پاکستان کے دریائے چناب کے کنارے بسنے والے ایک مردِ باخدا حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ اور درد مندانہ دعائیں فجیمیں اس بارانِ رحمت کے نزول کا موجب ہوئی ہیں۔مکرمماسٹر محمد یونس خانصاحب کی صحت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعاؤں کو

شرف قبولیت بخشا وہ خدا کے فضل سے اب صحت یاب ہیں اور جماعتی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے مخلص جوان ہیں۔فالحمد للہ تعالیٰ۔

(روح پرور یادیں137تا140)